ماہنامہ

محدث

بنارس

جولائی ۲۰۲۳ء ◆ ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ

دعوت وارشاد میں حکمت سے کام لینے کا حکم ۲
یوم عاشوراء: فضائل ومسائل ۴
محرم الحرام کچھ حقیقتیں ووضاحتیں ٦
علم وہدایت کی بہترین مثال ۲۱
سنن رواتب کے احکام ومسائل ۲۴

دارالتالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلّہ محدّث بنارس

جلد: ۴۰
شمارہ: ۷

ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ
جولائی ۲۰۲۳ء

اس شمارہ میں

۱- دعوت وارشاد میں حکمت...	عبداللہ سعود	۲
۲- یوم عاشوراء: فضائل ومسائل	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۴
۳- محرم الحرام کچھ حقیقتیں ووضاحتیں	مدیر	۶
۴- سنیچر کے روزے کی ممانعت...	مولانا رشید مرتضیٰ	۱۰
۵- محرم الحرام کتاب وسنت کی...	مولانا دل محمد سلفی	۱۴
۶- سنیچر کے دن عرفہ وعاشورہ...	محمد ایوب سلفی	۱۷
۷- علم وہدایت کی بہترین مثال	عبدالعلیم سلفی	۲۱
۸- سنن رواتب کے احکام ومسائل	ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر	۲۴
۹- بدنظری کا فتنہ	محمد محبّ اللہ محمدی	۳۴
۱۰- اخبار جامعہ	مولانا ابوصالح دل محمد سلفی	۴۴
۱۱- باب الفتاویٰ	مولانا نورالہدیٰ سلفی	۴۷

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

ارسال زر کا پتہ

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

دعوت وارشاد میں حکمت سے کام لینے کا حکم

عبداللہ سعود سلفی

اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. (النحل:۱۲۵)
اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور بہتر نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے۔

علم وحکمت کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ دعوت کا بنیادی عنصر ہے، اس کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيرا (البقرة:۲۶۹) وہ جس کو چاہتا ہے حکمت (دانائی) بخشتا ہے اور جس کو دانائی وسمجھ ملی بے شک اس کو بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی اور صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحب عقل ودانش ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين. (بخاری:۷۱) اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر پوری کرنے کے بعد جو دعا فرمائی تھی اس میں یہ بات خاص تھی کہ ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو ان کو کتاب وحکمت سکھائے و يعلمهم الكتاب والحكمة۔ قرآن مجید میں دس جگہ یہ واضح کیا گیا ہے کہ محمد ﷺ کتاب وحکمت کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں اور یہ بات بطور احسان بتائی گئی کہ اللہ نے انسانوں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اللہ کے رسول کی ازواج مطہرات اور امہات المومنین کو خطاب کر کے یاد دلایا کہ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِيْ بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب:۳۴) اللہ کی آیات اور حکمت کی باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

گزشتہ انبیاء کرام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت داود علیہ السلام، حضرت لقمان علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ نے بیان کیا ہے کہ سب علم وحکمت سے کام لیتے تھے۔

اللہ کے رسول محمد ﷺ کا فرمان ہے: لا حسد إلا في اثنتين اس میں دوسرا شخص یہ ہے رجل آتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويعلمها (بخاری:۷۳، مسلم:۸۱۶) یعنی ایسا شخص جس کو اللہ نے حکمت سے نوازا ہے تو وہ اس حکمت سے فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نصیحت کیا کرتے: تفقهوا قبل أن تسوّدوا (بخاری) سربراہی کرنے سے پہلے فقہ وسمجھ حاصل کرنا چاہیئے۔

حکمت ودانائی دعوت کی کامیابی کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کو خطاب کرکے فرمایا گیا: وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:۱۵۹) کہ اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

آج ہم لوگ جس ماحول سے گزر رہے ہیں اس میں ہر داعی کو بہت سمجھ بوجھ، دانائی وحکمت سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ہماری تقریروں میں، تحریروں میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔کون سا اسلوب زیادہ موثر ہے، کون سی بات دل کو زیادہ موہ لینے والی ہے، کون سا طریقہ زیادہ بہتر ہے، اس کا سمجھنا دانائی وحکمت کا عنصر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو سچا مسلمان بنائے اور کتاب وحکمت پر عمل کی توفیق بخشے، آمین۔

☆☆☆

درس حدیث

یوم عاشوراء: فضائل ومسائل

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود صياما يوم عاشواء، فقال لهم رسول الله ﷺ: ما هذا اليوم الذي تصومونه؟ فقالوا: هذا يوم عظيم أنجى الله فيه موسى وقومه، وغرّق فرعون وقومه، فصامه موسى شكراً، فنحن نصومه، فقال رسول الله ﷺ: فنحن أحق وأولى بموسى منكم، فصامه رسول الله ﷺ وأمر بصيامه.

(بخاری: ۳۳۹۷، مسلم: ۱۱۳۰)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی لوگ عاشوراء کے دن (محرم کی دسویں تاریخ کو) روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اس دن تم لوگ روزہ کیوں رکھتے ہو تو یہودیوں نے جواب دیا کہ یہ عاشوراء کا دن بہت ہی عظیم دن ہے، اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دی اور فرعون اوراس کی قوم کو غرق کر دیا لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا تو ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں اوران کی خوشی میں شرکت کے زیادہ حقدار ہیں، لہٰذا آپ ﷺ نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ اس دن کی فضیلت یہ ہے کہ اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کو فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات دی تھی جس کی خوشی میں موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کے طور پر روزہ رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ کو یہ چیز معلوم نہ تھی لیکن جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے اس کے متعلق سوال کیا تو مدینہ کے یہودیوں نے آپ کو عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کی علت اوراس کی فضیلت بتلائی۔

اور نبی ﷺ سے اس عاشوراء کے دن روزہ کی فضیلت میں یہ حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وصيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله. (صحیح مسلم: ۱۱۶۲) کہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عاشوراء کے روزہ کی وجہ سے گزشتہ ایک سال کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

اور نبی ﷺ نے عاشوراء کے روزے کو رمضان کے بعد افضل روزوں میں ذکر کیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: "أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم" (صحیح مسلم: ۱۱۶۳)

چنانچہ نبی کریم ﷺ خود اس دن کا روزہ رکھتے تھے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے تھے حتی کہ قریش مکہ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے، لیکن جب رمضان کے روزے فرض کردیئے گئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اختیار دے دیا کہ جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: كانت قريش تصوم عاشوراء في الجاهلية، وكان رسول الله ﷺ يصومه، فلما هاجر إلى المدينة صامه وأمر بصيامه، فلما فرض شهر رمضان قال: من شاء صامه ومن شاء تركه. (صحيح مسلم: ١١٢٥)

چنانچہ ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشوراء کا روزہ مستحب ومسنون ہوگیا اور اس کی فرضیت ختم ہوگئی لہٰذا اس کے بعد اگر کوئی شخص عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہتا ہے تو وہ دسویں تاریخ کے ساتھ یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھے کیونکہ نبی ﷺ نے وفات سے قبل اس کی خواہش ظاہر کی تھی جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عاشوراء کے روزے سے متعلق فرمایا: لئن بقيت إلى قابل لأصومن التاسع. (صحيح مسلم: ١١٣٤) کہ میں اگر آئندہ سال زندہ رہا تو عاشوراء کے ساتھ نویں تاریخ کو مزید روزہ رکھوں گا۔

سلف صالحین، صحابہ کرام اور تابعین عظام اس دن کی فضیلت کی خاطر سفر میں بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے جیسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ابواسحاق السبیعی اور امام زہری رحمہم اللہ وغیرہ، اور امام زہری کہتے تھے: "رمضان له عدة من أيام أخر، وعاشوراء يفوت" (لطائف المعارف، ص: ١٢١) کہ رمضان کے روزے چھوٹ جانے پر بعد میں دوسرے دنوں میں اس کی قضاء کی جاسکتی ہے لیکن عاشوراء کا روزہ فوت ہوجائے تو دوبارہ وہ دن نہیں ملے گا۔

محترم قارئین! ان احادیث کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ عاشوراء کا دن ایک مبارک اور فضیلت والا دن ہے۔ اس دن مسلمانوں کو روزہ رکھنا چاہئے اور اس سے پہلے نویں تاریخ کو بھی، تاکہ یہودیوں کی مشابہت نہ ہو۔ اس روزے کے بدلے الہ العالمین گزشتہ ایک سال کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ اس کے علاوہ اس دن ماتم کرنا، عید منانا، ڈھول تاشے بجانا وغیرہ سب غیر شرعی اعمال ہیں جن کا ثبوت کتاب وسنت میں نہیں ہے۔

اس حدیث سے ماخوذ فوائد:

- عاشوراء کا دن ایک تاریخی دن ہے۔
- عاشوراء کے دن روزہ رکھنا مسنون ومستحب ہے۔
- عاشوراء کے روزے کی وجہ سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔
- یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے عاشوراء کے ساتھ محرم کی نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھنا چاہئے۔
- نعمت کے حصول اور مصیبت کے خاتمہ کے موقع سے شکرانے کے طور پر روزہ رکھ سکتے ہیں۔

☆☆☆

محرم الحرام کچھ حقیقتیں ووضاحتیں

مدیر

اسلامی مہینوں میں سے پہلا مہینہ محرم الحرام کا مہینہ ہے۔ یہ حرمت والا مہینہ ہے، زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگ اس مہینے کا احترام کرتے تھے، کفار ومشرکین عرب کے یہاں بھی یہ مہینہ قابل احترام تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مقدس کے اندر ارشاد فرماتا ہے: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ (التوبۃ: ۳۶) مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے جس دن سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا فرمایا ہے، ان میں سے چار حرمت وادب کے مہینے ہیں، یہی درست دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ ابتداء آفرینش ہی سے اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے مقرر فرمائے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں جن میں قتال وجدال اور فتنہ وفساد کی بالخصوص ممانعت ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ’’الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السماوات والأرض، السنة اثنا عشر شهرا منها أربعة حرم ثلاثة متواليات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان‘‘ (البخاری: ۴۴۰۶، مسلم: ۱۶۷۹) زمانہ گھوم گھما کر پھر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی، سال بارہ مہینوں کا ہے جن میں چار حرمت والے ہیں تین پے در پے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔

ماہ محرم سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے، اس کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے واقعۂ ہجرت پر ہے اسی لئے اسلامی سن کو ہجری سن بھی کہا جاتا ہے۔ اس اسلامی سن کا آغاز ۱۷ھ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن کے گورنر تھے، ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان آتے تھے جن پر تاریخ درج نہ ہوتی تھی ۱۷ھ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام کو اپنے یہاں جمع فرمایا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ تبادلۂ افکار کے بعد قرار پایا کہ اپنے سن تاریخ کی بنیاد واقعۂ ہجرت کو بنایا جائے اور اس کی ابتداء ماہ محرم سے کی جائے کیونکہ ۱۳ر نبوت کے ذوالحجہ کے بالکل آخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا منصوبہ طے کرلیا گیا تھا اور اس کے بعد جو چاند طلوع ہوا وہ محرم کا تھا۔ (ماہ محرم اور موجودہ مسلمان، ص:۵ بحوالہ فتح الباری: ۳/ ۳۸۸)

بلاشبہ مسلمانوں کا یہ اسلامی سن بڑی اہمیت کا حامل ہے اور یہ ایک ایسے واقعے سے متعلق ہے جس کی الگ ایک شان ہے۔اللہ کے رسول اور مکہ کے مسلمانوں نے اپنا وطن صرف اس لئے چھوڑا کہ وہاں انہیں اپنے دین وعقیدہ اور مذہب پر عمل کرنا مشکل ہورہا تھا۔مشرکین مکہ نے مسلمانوں کا قافیہ تنگ کررکھا تھا،ایک صحیح دین اور صحیح عقیدہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اتارا تھا اختیار کرنے کی وجہ سے مسلمان مظلوم تھے اور ظلم کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ مسلمان صرف اعلاء کلمۃ اللہ کی وجہ سے ہر چہار جانب سے مصائب وآلام میں گھرے ہوئے تھے بلکہ رشتہ دار اور خویش واقارب ہی نبی ﷺ کے قتل کے درپے تھے۔ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور صحابۂ کرام کو ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، یہ اتنا دشوار عمل تھا کہ اسے وہی لوگ انجام دے سکتے تھے جو حقیقت میں اللہ اور رسول کی محبت میں سرشار تھے،جنہیں اپنے دین وعقیدہ میں کسی قسم کی مداہنت منظور نہ تھی۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کا یہ جملہ باربار دہرانے کے لائق ہے،آپ کا ارشاد ہے:''چنانچہ اسی واقعۂ ہجرت پر سن ہجری کی بنیاد رکھی گئی ہے جو نہ تو کسی انسانی برتری اور تفوق کو یاددلاتا ہے اور نہ شوکت وعظمت کے کسی واقعہ کو، بلکہ یہ واقعۂ ہجرت مظلومی اور بے کسی کی ایک ایسی یادگار ہے کہ ثبات قدمی، صبرواستقامت اور راضی برضائے الٰہی ہونے کی ایک زبردست مثال اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔ یہ واقعۂ ہجرت بتلاتا ہے کہ ایک مظلوم وبے کس انسان کس طرح اپنے مشن میں کامیاب ہوسکتا ہے اور مصائب وآلام سے نکل کر کس طرح کامرانی وشادمانی کا زریں تاج اپنے سر پر رکھ سکتا ہے اور پستی وگمنامی سے نکل کر رفعت وشہرت اور عزت وعظمت کے بام عروج پر پہنچ سکتا ہے۔(ماہ محرم اور موجودہ مسلمان:ص۶)

جیسا کہ واضح ہوا کہ محرم الحرام ایک حرمت والا مہینہ ہے اور یہ اسلامی سن کا پہلا مہینہ ہے اور اسلامی سن کا آغاز واقعۂ ہجرت سے ہوا ہے جو ایک عظیم یادگار ہے ضروری تھا کہ مسلمان اس مہینہ کی عظمت واہمیت کو سمجھتے،اس مہینے کا احترام کرتے اور اس مہینے کے مطلوب ومسنون اعمال ڈھونڈ کر ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے۔

اس مہینے میں مسنون عمل صرف اور صرف روزے ہیں۔ حدیث رسول ﷺ کے اندر رمضان المبارک کے علاوہ نفلی روزوں میں محرم الحرام کے روزوں کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ارشاد نبوی ہے:''أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم''(مسلم:۱۱۶۳)رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے۔

بالخصوص دس محرم(یوم عاشوراء)کے روزے کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔(متفق علیہ)

محرم کے اندر مسنون اعمال روزے کے علاوہ کچھ بھی نہیں،افسوس کہ اس ماہ حرام کے اندر مسلمانوں کی اکثریت نے غیر شرعی اعمال ورسومات، باطل طور طریقوں اور غیر اسلامی عقائد وافکار کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم کررکھا ہے۔اس ماہ سے متعلق غیر شرعی اعمال وعقائد مختصراً چند نکات کی روشنی میں ذکر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

◆ اس ماہ کے عشرۂ اول میں شیعی اثرات سے متاثر ہوکر واقعۂ کربلا کو مخصوص افسانوی اور دیومالائی انداز میں ذکر وبیان کا

خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔اس ضمن میں چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور یزید رحمہ اللہ کو گالیاں دی جاتی ہیں،انہیں برا بھلا کہا جاتا ہے بلکہ بعض زبان دراز صحابۂ کرام کو مرتد اور کافر قرار دیتے ہیں،واقعۂ کربلا کو حق و باطل کا معرکہ قرار دیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک نوشتۂ تقدیر اور ایک ناخوشگوار واقعہ کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔اگر واقعۂ کربلا کا اعتدال پسندانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ یہ معرکۂ حق و باطل ہرگز نہیں تھا اس لئے کہ اس معرکہ میں حضرت حسین رضی اللہ اور ان کے اہل خانہ تنہا تھے۔اس وقت صحابۂ کرام کی ایک بڑی جماعت موجود تھی اور ان کے فیض یافتگان تابعین عظام بھی بکثرت موجود تھے۔یہ وہ لوگ تھے جو حق کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے میں ذرہ برابر بھی پس و پیش نہیں کرتے،انہوں نے اس معرکہ میں شرکت کیوں نہیں کی بلکہ تاریخی روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ بزرگ ترین صحابۂ کرام نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بیک زبان ہوکر کوفہ کا سفر کرنے سے منع کیا تھا اور وہاں کے خطرات اور اہل کوفہ کی بے وفائیوں سے بھی آگاہ کیا تھا،لیکن اس کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا سفر اختیار کیا اور اس کے نتیجے میں یہ ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جو تاریخ اسلامی کا ایک سنگین باب ہے۔

شیعی رنگ میں رنگے ہوئے بعض نام نہاد اہل سنت بھی اس ماہ میں واقعۂ کربلا کو بیان کرنے میں غلو اور بے اعتدالی سے کام لیتے ہیں بلکہ اس موقع پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذکر کرکے عوام الناس کے جذبات کو خوب بھڑکاتے اور حضرت یزید رحمہ اللہ کے کفر وارتداد کا جھوٹا قصہ ان کے دلوں میں بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ یزید ایک نیک اور صالح انسان تھے لیکن انسان تھے ان کی نیکی اور صالحیت کی شہادت خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن الحنفیہ نے دی ہے،ان کا قول ہے:”ما رأيت منه ما تذكرون وقد حضرت وأقمت عنده فرأيته مواظبا على الصلاة متحريا للخير يسأل عن الفقه ولازما للسنة“(البدایۃ والنہایۃ: ۸/۲۳۳)یعنی تم ان کے متعلق جو کچھ کہتے ہو میں نے ان میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی،میں نے ان کے یہاں قیام کیا ہے اور میں نے انہیں نماز میں مواظبت برتنے والا،خیر کا متلاشی،مسائل شریعت سے لگاؤ رکھنے والا اور سنت کا پابند پایا ہے۔پھر یزید اس حدیث رسول کے بھی مصداق قرار پاتے ہیں جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کو مغفرت کی بشارت دی ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ واقعۂ کربلا کو انصاف کی نظر سے دیکھیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید رحمہ اللہ سے متعلق معتدل موقف اختیار کریں۔

◆ شہادت حسین رضی اللہ عنہ ہی کو لے کر اس ماہ محرم کو غم و ماتم کا مہینہ قرار دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس مہینے میں ماتم اور تعزیہ داری کا رسم ادا کرتی ہے۔اس رسم کو اتنا دھوم دھام سے منایا جاتا ہے کہ ملک میں مختلف مقامات پر فسادات بھی رونما ہوجاتے ہیں،شہر و دیہات کے لوگ باضابطہ ماتمی لباس پہنتے ہیں اور اعلانیہ نوحہ کرتے ہیں،لوگ اپنے چہروں کو سیاہ کرتے ہیں،سیاہ لباس پہنتے ہیں اور سینہ کوبی کرتے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں نکلتے ہیں۔یہ تعزیہ اور نوحہ و ماتم دراصل معز الدولہ شیعی کی ایجاد ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے بڑے بڑے صحابۂ کرام کی شہادت ہوئی۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے،دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی شہادت ہوئی لیکن ان کی شہادت پر مسلمانوں میں کسی قسم کا کوئی غم نہیں منایا جاتا اور نہ کوئی رسم ایجاد کی جاتی ہے جبکہ ان کی شہادتیں اسلام کے اندر اور اسلامی تاریخ میں کوئی معمولی سانحہ نہیں ہیں۔ مسلمانوں کے ہر فرقہ کے لوگوں کو ان پہلوؤں پر غور وفکر کرکے اپنے اعمال کو درست کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ اسلام کا مجلی و مصفی چہرہ دنیا کے سامنے آسکے۔

◆ تعزیہ پرستوں کے یہاں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ تعزیہ کے اندر (نعوذ باللہ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روح موجود ہے لہٰذا تعزیہ کے سامنے جھکتے اور اس سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں، تعزیہ کی عبادت کرتے اور بہت سارے شرکیہ امور انجام دیتے ہیں جبکہ اسلام شرک اور کفر کو مٹانے کے لئے آیا ہے اور آج اسلام کے ماننے والے محض اپنے غلط افکار ونظریات کے زیر اثر آکر شرکیہ وکفریہ اعمال وعقائد کو فروغ دے رہے ہیں۔

◆ اسی ماہ میں مشاجرات صحابہ کو اتنا غلط انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ بعض جلیل القدر صحابۂ کرام کی شخصیت مجروح ہوتی نظر آتی ہے، اس رو میں بعض روشن خیال علماء بھی بہتے ہوئے نظر آتے ہیں، باضابطہ ایک مکتبہ فکر بنا ہوا ہے جس کے تحت صحابۂ کرام کی تخفیف شان کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ سارے مسلمان شان صحابیت کو سمجھیں، ان کے مقام ومرتبہ کا پاس ولحاظ رکھیں، ان سے محبت کا اظہار کریں اس لئے کہ یہ ایمان کا حصہ ہے۔

◆ محرم کی دسویں تاریخ سے متعلق ایک نہایت ہی غلط رسم ورواج عام ہوتا ہوا نظر آرہا ہے جس کی بنیاد شاید ایک من گھڑت روایت ہے، وہ یہ ہے کہ اس دن جو شخص اپنے اہل وعیال پر فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ پورے سال اس پر فراخی کرے گا۔ اس کا اثر بہت ساری جگہوں پر دیکھا جارہا ہے، لوگ اس دن مختلف قسم کے پکوان پکاتے اور بے انتہا فضول خرچی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ وضاحت قابل غور ہے، آپ فرماتے ہیں: ''هذا من البدع المنكرة التي لم يسنها رسول الله ﷺ ولا الخلفاء الراشدون ولا استحبها أحد من أئمة المسلمين لا مالك ولا أحمد بن حنبل ولا الشافعي ولا إسحاق بن راهويه ولا أمثال هؤلاء من أئمة المسلمين'' (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲/۳۵۴) یعنی دس محرم کو خاص کھانا پکانا، توسیع کرنا وغیرہ من جملہ ان بدعات ومنکرات میں سے ہے جو نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے نہ خلفاء راشدین سے اور نہ ائمہ مسلمین میں سے کسی نے اس کو مستحب سمجھا ہے۔

بدقسمتی سے اس قسم کی چیزیں صرف شیعوں میں نہیں بلکہ بعض اہل سنت کے یہاں بھی فروغ پارہی ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں صحیح اسلام اور صحیح اسلامی طریقہ ڈھونڈیں، سنت رسول کی پیروی کریں، مہینوں کے تعلق سے اللہ کے رسول ﷺ کی مکمل رہنمائیاں موجود ہیں ان کی روشنی میں اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں، بدعات وخرافات سے مکمل اجتناب کریں، اسلام کی صحیح تعلیم وتبلیغ کا بس یہی واحد راستہ ہے۔

اللہ ہمیں صحیح اسلام کا سچا ترجمان بنائے، آمین۔

☆☆☆

سنیچر کے روزے کی ممانعت والی حدیث کا دراسہ

مولانا رشید مرتضی

سنیچر کے روزے کے تعلق سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لہٰذا ساری دوسری تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اس نکتہ پر توجہ مرکوز کرتے ہیں جس پر ساری بحث کا دارومدار ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

"لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِي مَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ." (ابوداود: 2421، ترمذی: 744، ابن ماجہ: 1726 مسند احمد: 17686)

اس حدیث کا ظاہری مفہوم ہے کہ سنیچر کے دن فرض کے علاوہ ہر طرح کا روزہ حرام ہے۔ مگر یہ ظاہری مفہوم مراد لینے سے یہاں تین چیزیں مانع ہیں۔

-پہلی چیز ہے حدیث کی عدم صحت

چنانچہ کبار ائمہ حدیث نے اس حدیث کو قابل حجت نہیں سمجھا:

زہری (أبو داود: 2423، حاکم: 1/436 بیہقی: 4/302، طحاوی 2/81)، اوزاعی، امام مالک (ابو داؤد: 2424)، یحیٰی بن سعید القطان (تہذیب السنن: 3/297)، ابو حاتم (اقتضاء الصراط المستقیم: 2/79، ابو داود، نسائی (البدر المنیر: 5/667) ابو بکر الاثرم (اقتضاء الصراط المستقیم: 2/79)، ابن العربی (البدر المنیر: 5/763)، ابن تیمیہ (اقتضاء الصراط المستقیم: 2/75)، ابن القیم (تهذیب السنن: 3/298)، ابن حجر (التلخیص الحبیر: 2414 بلوغ المرام: 628، تہذیب التہذیب: 3/350، الإصابۃ: 12/160، 13، 23/) وغیرہ۔

-دوسری چیز ہے اس حدیث کے مقابلے میں کئی ایک صحیح احادیث کا پایا جانا جن سے اس دن روزہ رکھنے کی واضح اجازت ملتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ ."(صحیح البخاری 1985)

قَالَ النبي صلى الله عليه وسلم لعبد الله بن عمرو: ..."فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ" (صحیح البخاری 1976 صحیح مسلم 1159)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اس حدیث پر زندگی بھر عمل پیرا رہے اور کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ جب بھی سنیچر پڑتا تھا تو اس دن روزہ چھوڑ دیتے تھے اور ظاہر ہے کہ ہر مہینے دو بار سنیچر پڑتا تھا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ (سنن أبي داود 2437)

شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ یہاں نقل کی جا رہی ہے کہ آپ ذی الحجہ کے پہلے نو دنوں کا روزہ رکھا کرتے تھے، جس میں سنیچر بھی لامحالہ شامل ہے، اور راوی کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ آخری دم تک آپ کا یہی عمل رہا۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ : كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ، وَلَمْ أَرَهُ صَائِمًا مِنْ شَهْرٍ قَطُّ، أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ مِنْ شَعْبَانَ، كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا. (صحیح مسلم 1156)

یہاں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مستمرہ ذکر کی جا رہی ہے کہ آپ شعبان کے چند دنوں کو چھوڑ کر پورے مہینے روزے سے ہوتے تھے اب اس میں سنیچر بھی تو شامل ہو گیا اس لئے کہ اگر آپ بطور خاص ہر سنیچر کو روزہ چھوڑتے تو اس اہم پوائنٹ کو کہیں نہ کہیں اس حدیث میں ضرور ذکر کیا جاتا۔

عن أمّ سلمة رضى الله عنها قالت: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ يَصُومُ يَوْمَ السّبْتِ وَيَوْمَ الْأَحَدِ أَكْثَرَ مِمّا يَصُومُ مِنَ الْأَيّامِ، وَيَقُولُ: إِنّهُمَا يَوْمَا عِيدِ الْمُشْرِكِينَ، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أُخَالِفَهُمْ "(أحمد ۲۶۷۵۰، حاکم ۱۵۹۳، ابن حبّان ۳۶۴۶، ابن خزیمۃ ۲۱۶۷، البیھقی ۸۴۹۷، شیخ الاسلام ابن تیمیۃ اقتضاء الصراط المستقیم میں کہتے ہیں ۱/ ۵۰۹: بعض حفاظ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

چنانچہ اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے حاکم نے، ذہبی نے بھی موافقت کی ہے، اسی طرح ابن خزیمہ ابن حبان نے بھی صحیح قرار دیا ہے، امام البانی نے صحیح الجامع (4803) میں اسے حسن قرار دیا تھا پھر اسے السلسلة الضعيفة (3/219) میں ضعیف قرار دیا اور پھر ارواء الغلیل (4/125) کے حاشیہ میں کہتے ہیں: میں نے اسے صحیح ابن خزیمہ کی تعلیق میں حسن قرار دیا ہے اور شاید وہی زیادہ صحیح ہے لہٰذا پھر سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اب اس حدیث میں تو خاص سنیچر اور اتوار کے دن روزہ رکھنے کی صراحت ہی مل رہی ہے۔

تیسری چیز ہے سلف میں سے کسی کا اس ظاہری مفہوم و مراد کو نہ لینا۔

مگر مانعین پوری قوت کے ساتھ یہی معنی مراد لیتے ہیں چنانچہ پوری صراحت کے ساتھ اس بات کا فتوی دیتے ہیں کہ سنیچر کے دن صرف عام نفلی روزے ہی حرام نہیں ہیں بلکہ عرفہ عاشوراء ست من شوال شعبان صوم داودی بھی حرام ہیں، چاہے ملا کر رکھیں یا انفرادی طور سے ہر صورت میں حرام ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ کیا سلف کے یہاں اس قول یا فتوے کا کچھ پتہ لگتا ہے؟

صوم داودی، ذی الحجہ کے نو روزے، شعبان کے کثرت سے روزے، شوال کے چھ روزے، عرفہ اور عاشوراء کے روزے، ایام بیض کے روزے، یہ اس امت کے خاص مستحب

روزے ہیں، جن پرامت شروع سے لےکرآج تک عمل کرتی چلی آرہی ہے آخرسلف میں کیا کسی نے کبھی یہ کہا کہ جب یہ روزے سنیچر کو پڑجائیں تواس دن روزہ رکھنا حرام ہوگا؟؟

مانعین یہ قول ذکرکرتے ہیں:

قال أبو جعفر الطحاوی: "فذهب قوم إلى هذا الحديث فكرهوا صوم يوم السبت تطوعا.

قال العينى: أراد بالقوم هؤلاء : مجاهدا وطاووس بن كيسان وإبراهيم وخالد بن معدان فإنهم كرهوا صوم يوم السبت تطوعا.

وقال الطحاوی: وخالفهم فى ذلك آخرون فلم يروا بصومه بأسا ."(نخب الأفكار فی تنقيح مبانی الأخبار فی شرح معانی الآثار (8/433-434)

مانعین طحاوی اور عینی کے اس قول کو ذکر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سلف میں بھی ہمارے قول کے قائلین موجود ہیں، مگر یہ دعوی صحیح نہیں ہے:

- جن کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے ان سے اس قول کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔

- اگراس نسبت کو مان بھی لیا جائے تو اس سے مدعا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ یہاں کراہت کی بات کہی گئی ہے اور مانعین سنیچر کے روزے کوحرام قرار دیتے ہیں۔

-بعض لوگوں نے کہا یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے، جبکہ دلائل اس کے خلاف ہیں اس لئے کہ خود راوی حدیث سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے حرمت کا فتوی نہیں دیا بلکہ کہا "صیام السبت لا لك ولا عليك" (السنن الکبری للنسائی 2785) آخری ٹکڑا "ولا عليك" چیخ چیخ کر عدم حرمت کو بیان کررہا ہے۔

دوسری بات یہ کہ کراہت والا یہ قول خاص ہے اس صورت کے ساتھ جس میں انفرادی طور سے سنیچر کا روزہ رکھا جائے۔

یہ اعتراض کہ انفرادی کی قید کہاں سے لائی گئی؟ تو جاننا چاہئے کہ اس قید کا ذکر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:"عن عبيد الأعرج قال حدثتنى جدتى يعنى الصماء أنها دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم السبت هو يتغدى فقال: تعالى تغدى، فقالت إنى صائمة فقال لها أصمت أمس فقالت لا قال كلى فإن صيام يوم السبت لا لك ولا عليك."(مسند أحمد 27076السلسلة الصحيحة 225)

اس کے علاوہ دوسری بہت ساری حدیثیں ہیں جن کو ممانعت والی حدیث کے ساتھ ملا کرغور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

چنانچہ اس ناقص دراسہ میں جتنے بھی قدیم علماء کے اقوال سامنے سے گزرے سب میں یہی اختیار کیا گیا ہے کہ اگر سنیچر کے ساتھ ملا کر رکھتے ہیں تو کراہت زائل ہو جائے گی، بطور مثال بلا حصر کچھ نام یہ ہیں:

امام احمد ترمذی بیہقی نووی ابن قدامہ ابن الجوزی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابن القیم کاسانی حصکفی مناوی شوکانی وغیرہ۔

اس کے مقابلے میں کوئی ایک بھی کسی عالم کا قول مجھے نہیں ملا جس میں یہ صراحت ہو کہ سنیچر کا روزہ اقترانی اور انفرادی ہر صورت میں حرام ہے یا عرفہ وعاشوراء اگر سنیچر کے دن پڑ جائے تو وہ روزہ حرام ہوگا، جیسا کہ دعوی کیا جارہا ہے، اگر کسی

کے پاس اس سلسلے میں علم ہو تو مہربانی کر کے مطلع کریں۔

امام البانی سے پوچھا گیا جیسا کہ سلسلۃ الہدی والنور کی کیسیٹ نمبر ۵۳ میں ہے کہ کیا جواب ہوگا اس حدیث کا "لا صلاة بعد الفجر حتى تطلع الشمس "..اس حدیث کی موجودگی میں "إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلي ركعتين"؟

تو شیخ البانی نے کہا کہ لا صلاۃ والی حدیث کے کئی ایک مستثنیات ہیں انہیں میں سے یہ مسجد میں داخل ہونے والی حدیث ہے، مزید کہتے ہیں کہ علماء محققین نے اس سلسلے میں یہ قاعدہ پیش کیا ہے کہ مکروہ اوقات میں نماز سے منع کرنے والی جتنی احادیث ہیں ان کو محمول کیا جائے گا نوافل مطلقہ پر رہی بات ان نوافل کی جن کے خاص اسباب ہیں تو وہ اس منع میں داخل نہیں۔

کیا یہی قاعدہ یہاں فٹ نہیں کیا جا سکتا کہ یوم سبت روزہ رکھنے کی ممانعت والی حدیث محمول کی جائے نوافل مطلقہ پر، اور خاص اسباب کے ساتھ جڑے ہوئے نفلی روزے جیسے صوم داودی عرفہ عاشوراء وغیرہ تو وہ اس میں داخل نہیں۔

پھر مانعین کا یہ قول یا فتوی اجماع کے بھی خلاف ہے، چنانچہ شیخ الاسلام کہتے ہیں: "ظاهر الحديث خلاف الإجماع "(شرح العمدة 2/653)

ابن حجر کہتے ہیں: "قال أبو جعفر الطبري: يفرق بين العيد والجمعة بأن الإجماع منعقد على تحريم يوم العيد ولو صام قبله أو بعده بخلاف يوم الجمعة فالإجماع منعقد على جواز صومه لمن صام قبله أو بعده."(فتح الباری 4/234)

ابن قاسم کہتے ہیں سنیچر کے روزے کے بارے میں: "فإن صام معه غيره لم يكره إجماعا."(حاشية الروض المربع 3/459)

خلاصہ یہ نکلا کہ سنیچر کے دن صوم داودی عرفہ عاشوراء وغیرہ ہر طرح کے نفلی روزے اقترانی اور انفرادی ہر صورت میں حرام کہنے کا قول نہایت ہی محدث اور شاذ ہے، امت کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کہیں اس کا کوئی پتہ نہیں لگتا، لہذا یہ قول معلوم البطلان ہے صحت سے اس کا کوئی تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔

اور اس حدیث کا صحیح مفہوم وہ ہے جو دوسری ساری احادیث کو ملا کر دیکھنے سے نکلتا ہے اور جسے امت کے علماء نے لیا ہے کہ منع محمول ہے مطلق نفلی روزے پر جب انہیں انفرادی طور سے رکھا جائے، مگر وہ روزے جو خاص اسباب کے ساتھ جڑے ہیں اگر سنیچر کے دن پڑ جائیں تو منع ان کو شامل نہیں، اسی طرح اگر سنیچر کے دن مطلق نفلی روزے آگے یا پیچھے ملا کر رکھے جائیں تو ان کو بھی منع شامل نہیں۔

لہذا صوم داودی تسع من ذی الحجہ عرفہ عاشوراء وغیرہ کا روزہ سنیچر کو پڑنے کی صورت میں بھی بلا شبہ رکھنا چاہئے اور یہی قول صحیح ہے۔ واللہ أعلم.

هذا ما توصلت إليه فإن كان صحيحا فهو توفيق من الله وإن كان غير ذلك فهو مني ومن الشيطان.

ولا بأس من التعقيب والرد والمناقشة فهي تثرى البحث العلمي .

وصلى الله وسلم على نبينا محمد.

☆☆☆

ماہ محرم الحرام
کتاب وسنت کی روشنی میں

ابوصالح دل محمد سلفی

ماہ محرم الحرام ہجری سن اور قمری تقویم کا پہلا مہینہ ہے، اور یہ ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جن کی حرمت وعظمت کا ذکر اللہ تعالی نے اپنی کتاب مقدس میں کیا ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السموات والأرض منها أربعة حرم ذلک الدین القیم فلا تظلموا فیهن انفسکم. اللہ کی کتاب میں اللہ تعالی کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، اسی دن سے جب سے اللہ تعالی نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت وعظمت کے ہیں، یہی درست دین ہے، حرمت والے چار مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔(توبہ:36)

مذکورہ آیت میں حرمت والے جن چار مہینوں کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے ان کی توضیح وتشریح صحیح بخاری ومسلم کی اس حدیث سے ہو جاتی ہے جس میں پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"إن الزمان قد استدار کهیئته یوم خلق الله السموات والأرض، السنة اثنا عشر شهرا منها أربعة حرم، ثلاث متوالیات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم، ورجب مضر الذی بین جمادی و شعبان" زمانہ گھوم گھما کر اسی حالت پر آ گیا جس حالت پر اللہ تعالی کے آسمان وزمین پیدا کرنے کے وقت تھا، سال بارہ مہینوں کا ہے، جن میں چار حرمت وعظمت والے ہیں، تین تو پے در پے اور لگاتار ہیں۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور چوتھا رجب مضر، جو کہ جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔

سال کے بارہ مہینوں میں ماہ محرم کو یہ شرف وعزت اور قدر ومنزلت حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے اس ماہ کی نسبت اپنی طرف کی ہے، نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "أفضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم" رمضان کے روزے کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ تعالیٰ کے ماہ محرم کا ہے۔(مسلم)

معلوم ہوا کہ دین اسلام میں ماہ محرم کو خصوصی فضیلت اور امتیازی شان حاصل ہے، چنانچہ علمائے محققین کی ایک جماعت نے حرمت والے چار مہینوں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) میں ماہ محرم کو سب سے افضل قرار دیا ہے، علامہ ابن رجب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "وقد اختلف العلماء فی أی الأشهر الحرم أفضل؟ فقال الحسن وغیره: أفضلها شهر الله المحرم" امام حسن وغیرہ رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ حرمت والے مہینوں میں سب سے افضل شہر اللہ المحرم ہے، علمائے متاخرین کی ایک جماعت نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(لطائف المعارف:70) اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أفضل الأشهر شهر الله الذى تدعونه المحرم" تمام مہینوں میں افضل ترین مہینہ اللہ تعالیٰ کا وہ مہینہ ہے جن کو تم لوگ محرم کہتے ہو۔ (نسائی، دارمی، احمد، طبرانی، بیہقی)، علامہ ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ ماہ محرم تمام مہینوں میں رمضان کے بعد سب سے افضل ہے۔

ماہ محرم میں نفلی روزے کا اہتمام کرنا:

ماہ محرم الحرام میں نفلی روزے کا اہتمام کرنا چاہئے کیوں کہ شریعت مطہرہ میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم" رمضان کے روزے کے بعد سب سے زیادہ فضیلت ماہ محرم کے روزے کی ہے۔ (مسلم)

لہٰذا جملہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ماہ محرم کی قدر کریں، اسے یوں ہی غفلت میں نہ گزاریں بلکہ اس میں بکثرت نفلی روزہ رکھیں، خاص طور پر یوم عاشورا کے روزہ پر خصوصی توجہ دینی چاہئے کیوں کہ اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس پر اجر عظیم کی خوش خبری سنائی گئی ہے، چنانچہ جب پیارے حبیب جناب محمد رسول ﷺ سے یوم عاشورا کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشادفرمایا: "احتسب على الله أن يكفر السنة التى قبله" اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یوم عاشورا کے روزہ سے اللہ تعالیٰ گذشتہ ایک سال کے گناہ کو بخش دے گا۔ (مسلم)

یوم عاشورا کے روزے کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "كانت عاشوراء يوما تصومه قريش فى الجاهلية وكان النبى صلى الله عليه وسلم يصومه فلما قدم المدينة صام وأمر الناس بصيامه، فلما نزلت فريضة شهر رمضان كان رمضان هو الذى يصومه فترك صوم عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء أفطر وفى رواية للبخارى: وقال رسول الله : ومن شاء فليصم ومن شاء أفطر" یوم عاشورا ایسا دن ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش اس کا روزہ رکھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے، پھر آپ ﷺ جب مدینہ تشریف لے گئے تو یہ روزہ آپ نے خود بھی رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا، پھر جب رمضان فرض کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (بخاری ومسلم)

یوم عاشورا کے روزہ کی مشروعیت کی حکمت:

یوم عاشورا کے روزے کی ابتداء اور اس کی مشروعیت کی حکمت ومقصد کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: "قدم رسول الله المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسئلوا عن ذلك، فقالوا: هذا اليوم الذى أظهر الله فيه

موسى وبنى اسرائيل على فرعون، فنحن نصومه تعظيما له، فقال رسول الله ﷺ: "نحن أولى بموسى منكم فامر بصيامه " (بخاری ومسلم) وفی روایۃ مسلم:"فصام موسى شكرا فنحن نصومه......" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، پس آپ ﷺ نے ان سے اس کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات بخشی تھی، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی شکر گزاری میں یہ روزہ رکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کے تو ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔

یوم عاشورا یعنی ماہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھتے وقت یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اس کے ساتھ ساتھ ماہ محرم کی نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھا جائے تا کہ یہودیوں کی مشابہت لازم نہ آئے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے دس محرم کا روزہ رکھا اور لوگوں کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے کہا کہ یہودی تو (اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ) وہ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آئندہ سال ہم ان شاء اللہ نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے لیکن (افسوس صد افسوس کہ) آئندہ سال نو محرم سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔(مسلم)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ماہ محرم الحرام کی کتاب وسنت میں بڑی قدرو منزلت ہے اور آپ ﷺ نے اس مہینہ میں خاص طور سے یوم عاشورا کے روزے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، اس روزہ کے علاوہ اس مہینہ میں آپ ﷺ سے کوئی عمل اور کوئی عبادت ثابت نہیں ہے، لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ آج امت مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ ماہ محرم کا احترام کرنے اور اس میں روزہ رکھ کر اس کی فضیلتوں کو حاصل کرنے کے بجائے اس میں بدعات و محدثات اور غیر اسلامی رسوم و رواج انجام دیتا ہے اور ان خرافات کو اس انداز سے انجام دیتا ہے کہ غیر مسلم افراد ان کو عین اسلام تصور کر بیٹھتے ہیں، جس کی وجہ سے اسلام کی شبیہ بگڑتی ہے اور غیر مسلمین اسلام کے تعلق سے طرح طرح کی غلط فہمیوں اور شکوک وشبہات کے شکار ہو جاتے ہیں اور اسلام مخالف عناصر کو اسلام کے خلاف زہر اگلنے کا موقع مل جاتا ہے۔

علامہ عبداللہ الفوزان نے ماہ محرم الحرام میں بدعات وخرافات اور غیر اسلامی رسوم ورواج انجام دینے والے گمراہ لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا گروہ:

ماہ محرم الحرام میں اعمال غیر صالحہ انجام دینے والے گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ کے لوگ یہود کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، چنانچہ وہ یوم عاشورا (دسویں محرم) کو عید، تہوار اور مسرت وشادمانی کا دن قرار دیتے ہیں اور خوب خوشیاں مناتے ہیں، اہل وعیال پر معمول کے برخلاف بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور اسراف وفضول خرچی کی حد تک اشیائے خورد ونوش کا انتظام کرتے ہیں۔(بقیہ صفحہ ۲۳ پر)

سنیچر کے دن عرفہ وعاشورہ کے روزے
اکابر اہل علم کی وضاحتیں

تلخیص وترجمانی: محمد ایوب سلفی

سوال: علامہ البانی رحمہ اللہ کی ایک آڈیو کلپ لوگوں میں کافی مشہور ہے جس میں ہے کہ عاشورہ کا روزہ اگر سنیچر کے دن کے موافق ہوتو یہ روزہ نہیں رکھا جائے گا۔ انہوں نے جس حدیث رسول ﷺ سے استدلال کیا ہے وہ ہے: "لا تصوموا يوم السبت إلا فيما افترض عليكم الخ" شیخ نے مزید ذکر کیا ہے کہ اگر عاشورہ کا روزہ سنیچر کے دن آئے اسی طرح سوموار کا روزہ عید کے دن پڑ جائے تو یہ دونوں روزے نہیں رکھے جائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں صحیح اور درست موقف کیا ہے اور مذکورہ حدیث جو شیخ البانی رحمہ اللہ کی مستدل ہے کیا وہ ثابت ہے۔ جزاكم الله خيرا ونفع الله بعلمكم.

جواب: الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

ایک زمانے سے شیخ البانی رحمہ اللہ کی جانب سے یہ بات مشہور ہے کہ آپ سنیچر کے روزے سے منع فرماتے ہیں۔ روزہ صرف سنیچر کا مفرداً رکھا جائے یا ایک دن آگے پیچھے ملا کر رکھا جائے، یہ باتیں ان کی بعض کتابوں میں مثلاً "سلسلۂ صحیحہ" اور "ارواء الغلیل" کے اندر لکھی ہوئی ہیں اور انٹرنیٹ کے اندر صوتی کلپ میں بھی موجود ہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے صما بنت بسر رضی اللہ عنہا والی روایت سے استدلال کیا ہے جو اس طرح ہے: "لا تصوموا يوم السبت إلا فيما افترض عليكم، قال: فإن لم يجد أحدكم إلا لحاء عنب أو عود شجرة فليمضغها" تم سنیچر کا روزہ مت رکھو الا یہ کہ جو فرض روزہ ہو، اگر تم میں سے کوئی کھانے کے لئے صرف انگور کے چھلکے یا درخت کی لکڑی ہی پائے تو اسی کو چبالے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ان تمام قولی وفعلی صحیح حدیثوں پر مقدم کیا ہے جو سنیچر کے دن روزہ رکھنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا شعبان کا روزہ رکھنا، رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے۔ اسی طرح صوم داودی یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا یہ افضل روزہ ہے۔ آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ مسلسل روزہ رکھتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا آپ افطار نہیں کریں گے۔

یہ تمام حدیثیں اس بات پر دال ہیں کہ آپ ﷺ سنیچر کے دن دوسرے دنوں کے ساتھ روزے رکھتے تھے لہذا علماء نے حضرت صماء والی روایت پر شاذ یا منسوخ ہونے کا حکم لگایا ہے اور علماء کی ایک دوسری جماعت نے اس حدیث کو منفرداً سنیچر کا نفلی روزہ رکھنے پر محمول کیا ہے۔ علماء کرام نے اس طرح سے دونوں قسم کے ادلہ کے درمیان تطبیق کی صورت نکالی ہے۔ یہ ایک اچھی بات ہے، لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ اسے نہیں مانتے۔ ان کا خیال ہے کہ لفظ حدیث اس کا ساتھ نہیں دیتا کہ حدیث کو

سنیچر کے دن منفرداً روزہ رکھنے پر محمول کیا جائے۔اس لئے کہ اس کے اندر ایسے استثنیٰ کے ذریعہ نہی کی تاکید ہے جو نہی کے عموم پر دال ہے۔اس سے یہ بات ظاہر ہورہی ہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کا یہ قول تمام اہل علم کے خلاف ہے،علماء یا تو حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں یا اس کے نسخ کے قائل ہیں یا اس حدیث کو شاذ قرار دیتے ہیں یا اس کو سنیچر کے منفرد روزے کی ممانعت پر محمول کرتے ہیں۔

جن علماء وائمہ نے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے وہ امام مالک،امام زہری،امام اوزاعی،امام احمد،امام طحاوی،شیخ الاسلام ابن تیمیہ،حافظ ابن حجر،شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہم اللہ ہیں اور جن ائمہ نے اس حدیث کو سنیچر کے منفرد روزہ رکھنے کی ممانعت پر محمول کیا ہے وہ امام ترمذی،ابن خزیمہ،ابن حبان،امام بغوی، امام بیہقی،امام عراقی اور متاخرین میں امام شوکانی رحمہم اللہ ہیں اور امام ابوداود نے اسے منسوخ کہا ہے۔لہٰذا شیخ البانی رحمہ اللہ کا سنیچر کے روزہ سے مطلقاً منع کرنا قول شاذ ہے اسے لینا مناسب نہیں ہے۔

فتاویٰ شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر البراک:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے سنیچر کے منفرداً روزہ کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس حدیث کے بارے میں: لا تصوموا يوم السبت إلا فيما افترض عليكم الخ. تو آپ کا جواب تھا کہ یہ حدیث معروف ہے اور بلوغ المرام، کتاب الصیام کے اندر موجود ہے اور وہ ایک ضعیف، شاذ اور دیگر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ان احادیث صحیحہ میں سے ایک یہ ہے:تم جمعہ کے دن روزہ مت رکھو الا یہ کہ اس کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔(متفق علیہ)

یہ بات معلوم ہے کہ جمعہ کے ایک دن بعد سنیچر ہے اور صحیحین کے اندر یہ حدیث مذکور ہے،اور آپ ﷺ سنیچر اور اتوار کے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں ایام مشرکین کی عید ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔(مسند احمد)

اس معنی کی مزید بہت ساری حدیثیں ہیں جو سنیچر کے نفلی روزے کے جواز پر دلالت کررہی ہیں۔(شیخ ابن باز کا یہ فتویٰ گوگل پر اور ان کے مجموع فتاویٰ کے اندر دیکھا جاسکتا ہے۔)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ سنیچر کے دن صوم (روزہ رکھنے) کی کئی صورتیں ہیں۔

۱-فرض روزہ جیسے رمضان کا روزہ،خواہ ادا ہو یا قضا،کفارہ کا روزہ،وہ روزہ جو فریضۂ حج کی قربانی کے بدلے میں رکھا جاتا ہے، سنیچر کے دن ان روزوں کو رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس دن روزہ کو کسی فضیلت کا حامل سمجھتے ہوئے خاص نہ کیا جائے۔

۲-سنیچر کو اس سے پہلے والے دن یعنی جمعہ کے ساتھ روزہ رکھنا،اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے کسی ام المومنین کو جمعہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا تو ان سے پوچھا کہ کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا،انہوں نے کہا:نہیں،آپ نے پھر پوچھا تم کیا کل روزہ رکھوگی،تو انہوں نے کہا نہیں،آپ ﷺ نے فرمایا:تم روزہ توڑ دو۔آپ کا یہ فرمانا کہ کیا کل تم روزہ رکھوگی،اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ کے ساتھ سنیچر کا روزہ رکھنا جائز ہے۔

۳-سنیچر کے دن کوئی مشروع روزہ رکھنا جیسے کہ ایام بیض کے روزے،عرفہ کا روزہ،عاشورہ کا روزہ،شوال کے چھ روزے اور ذی الحجہ کے نو روزے۔اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ روزے اس لئے نہیں رکھے جائیں گے کہ سنیچر کا دن ہے بلکہ اس لئے رکھے جائیں گے کہ یہ مشروع نفلی روزے ہیں۔

۴-اگر کسی کا معمول کا روزہ سنیچر کے دن پڑ جائے جیسے کہ کسی کی ایک دن ناغہ کر کے روزہ رکھنے کی عادت ہو تو اس کے لئے بھی اس دن روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے جب رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع کیا تو فرمایا کہ سوائے اس شخص کے جو کوئی روزہ رکھتا آرہا ہو تو وہ رکھ لے۔

۵-صرف سنیچر کے عام نفلی روزہ رکھنا۔ یہ ممنوع ہے اگر اس بارے میں وارد حدیث صحیح ثابت ہو تو۔ (مجموع فتاویٰ ورسائل:۲۰/۵۷)

شیخ علی مسیح علی الرمیحی اپنی کتاب ''حکم صیام یوم السبت غیر الفرض'' کے آخر میں لکھتے ہیں: ''دراسہ کے بعد جو بات میرے لئے ظاہر ہوئی ہے وہ یہ کہ سنیچر کے نفلی روزے کی حرمت والے قول کی نسبت شذوذ کی طرف ہی صحیح ہے اور حرمت والا قول اجماع صحیح کے بھی خلاف ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ سے پہلے اس کا کوئی قائل نہیں رہا ہے اور اہل علم کی رائے سے بالکل الگ تھلگ ہونے کی وجہ سے اس کی غلطی واضح ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ سنت متواترہ اس کے فساد کی خبر دے رہی ہے۔

شیخ مراد محمد شحرور کی کتاب اس موضوع پر بہت ہی مدلل اور جامع ہے جو ''صیام یوم السبت فی غیر الفرض واقوال العلماء فیہ'' کے نام سے شائع ہے۔ انہوں نے اس موضوع کے مالہ اور ماعلیہ پر بہت ہی جامع بحث کی ہے۔ آخر میں انہوں نے شیخ صالح العثیمین کے فتوے پر اپنی کتاب کا اختتام کیا ہے۔

شیخ سعد بن عبد اللہ بن عبد العزیز آل حمید نے اپنی کتاب ''حکم صوم یوم السبت فی غیر الفریضۃ'' کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ سنیچر کے روزے کو مطلقاً حرام قرار دینا صرف شیخ البانی رحمہ اللہ کی رائے ہے۔ اور اس رائے کی کمزوری کا بیان پچھلے صفحات پر گزر چکا ہے۔ ہندوستان کے بڑے سلفی جامعات کے دارالافتاء سے جڑے بڑے بڑے علماء سے فون کے ذریعہ اتصال کر کے میں نے ان کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کی۔ سب نے عرفہ وعاشورہ اور سبھی روزوں کے سنیچر کے دن جائز ہونے کی بات کہی ہے۔ جن علماء سے گفتگو ہو سکی ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

شیخ ابوالقاسم عبدالعظیم جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو، شیخ محمد رحمانی جامعہ سنابل دہلی، شیخ احمد مجتبیٰ سلفی مدنی جامعہ ابوہریرہ لال گوپال گنج الہ آباد، دکتور عبدالمنان مدنی جامعہ فیض عام مئو، شیخ مظہر علی مدنی شیخ الجامعہ فیض عام مئو، دکتور اسلم مبارک پوری جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو، دکتور جمیل احمد مدنی مفتی مرکزی جمعیت اہل حدیث دہلی، شیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی، شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی سابق شیخ الجامعہ فیض عام مئو، ڈاکٹر ارشد فہیم مدنی رئیس دارالافتاء جامعہ امام ابن تیمیہ چندن بارہ، مولانا نورالاسلام مدنی جامعہ امام ابن تیمیہ چندن بارہ، مولانا کوثر مدنی جامعہ امام بخاری کشن گنج، شیخ اشفاق احمد سلفی مدنی دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ، شیخ ابوالکلام عبد اللہ مدنی جامعہ المفلحات حیدرآباد، شیخ ابوحمدان اشرف فیضی جامعہ محمدیہ رائے درگ، شیخ عبدالوہاب جامعی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا، شیخ عبدالعظیم مدنی جامعہ دارالسلام عمرآباد، ڈاکٹر عبدالرحمٰن لیثی جامعہ خیر العلوم ڈومریا گنج، ڈاکٹر عبد اللہ جولم مدنی جامعہ دارالسلام عمرآباد، شیخ ابراہیم مدنی جامعہ خیر العلوم ڈومریا گنج، ڈاکٹر امان اللہ سلفی مدنی سابق مدرس مسجد نبوی، مولانا احسن جمیل مدنی بنارس حفظہم اللہ۔

جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم کے اساتذہ کی رائے بھی یہی ہے کہ

عرفہ، عاشورہ وغیرہ کے روزے اگر سنیچر کے دن بھی پڑیں تو ان کا رکھنا جائز ہے۔ جامعہ کے افتاء کمیٹی کے اراکین میں جناب مفتی نورالہدیٰ رئیس دارالافتاء، دکتور عبدالحلیم مدنی رکن دارالافتاء، شیخ خورشید احمد مدنی، رکن دارالافتاء، محمد ایوب سلفی رکن دارالافتاء، ان کے علاوہ مولانا محمد مستقیم سلفی شیخ الجامعہ، ڈاکٹر محمد ابراہیم مدنی، شیخ یونس مدنی، شیخ عبدالکبیر مدنی، شیخ اسعد اعظمی، دکتور عبدالصبور مدنی نائب شیخ الجامعہ، شیخ دل محمد سلفی، شیخ انس مکی، شیخ مجیب الرحمٰن سلفی حفظہم اللہ وغیرہم بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔

بلاشبہ عرفہ، عاشورہ، ایام بیض وشوال کے چھ روزے یہ سب سبھی روزے ہیں۔ ممانعت والی حدیث کو اگر صحیح بھی مان لیں تو اس سے ان روزوں کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ان کا تعلق دن سے نہیں بلکہ تاریخ سے ہے۔ تاریخ ایک ہی رہتی ہے ایام بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان روزوں کا بلاشبہ اہتمام کرنا چاہئے چاہے وہ کسی دن بھی پڑیں یہی حق وصواب ہے واللہ اعلم۔
اللہ ہمیں حق کی پیروی کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۴۶)

جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ سے محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ کی خصوصی ملاقات

رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد بن عبدالکریم العیسی حفظہ اللہ سے دارالحکومت دہلی میں ان کی قیام گاہ پر 14 جولائی 2023 بروز جمعہ، بوقت رات 9 بجے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ اور جامعہ کے دو مؤقر ذمہ دار استاذ (فضیلۃ الدکتور عبدالصبور ابوبکر مدنی، فضیلۃ الدکتور عبدالحلیم بسم اللہ مدنی) حفظھما اللہ نے خصوصی ملاقات کی۔ ایک گھنٹہ کے اس اہم وتاریخی اور یادگار ملاقات میں تعلیم وتربیت اور ملک وملت سے متعلق درج ذیل اہم اور حساس موضوعات پر قدرے تفصیل سے تبادلۂ خیال ہوا:

- جامعہ سلفیہ بنارس کی تاسیس میں سعودی عرب کے قدآور سیاسی وعلمی شخصیات کی شرکت۔
- معیاری تعلیم وتربیت، تصنیف وتالیف، دعوت واصلاح اور ملک وملت کی تعمیر وترقی میں جامعہ سلفیہ بنارس کی گراں قدر خدمات۔
- دینی وعصری علوم سے مزین کر کے قوم کے بچوں کو ملک وملت کے لئے مفید بنانے اور ان کے مستقبل کو سنوارنے پر جامعہ سلفیہ بنارس کا مثالی کردار۔
- ہندوستانی معاشرہ کے تمام طبقات کے درمیان بقائے باہم اور آپس میں ایک دوسرے کے احترام کی اہمیت و ضرورت اور اس کی افادیت۔
- جامعہ سلفیہ بنارس اور سعودی جامعات کے درمیان مذکرۃ التفاھم (باہم علمی استفادہ) کی اہمیت وافادیت۔

واضح رہے کہ ڈاکٹر محمد العیسی صاحب سے محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ کی یہ تاریخی ملاقات ان کی دعوت پر ہوئی تھی جس کی اطلاع رابطہ عالم اسلامی کے جنرل ڈائرکٹر آف کانفرنسز عالی جناب شاکر العدوانی حفظہ اللہ نے دی تھی۔

☆☆☆

علم وہدایت کی بہترین مثال

عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی

قرآن وسنت میں موقع اورمحل کے اعتبار سے بہت ساری مثالوں کے ذریعہ انسانی اذہان وقلوب کو رام کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کبھی انبیاء وصلحاء کے بہترین اوردل چھولینے والے واقعات اورقصوں کے ذریعہ تو کبھی کائنات کے کسی انوکھی اورمنفرد شئی کے ذریعہ، جن میں آسمان سے لے کرتحت الثریٰ کی چیزیں شامل ہیں، چرند، پرند، جاندار اور بے جان اشیاء کی مثالیں قرآن وسنت میں احسن اورابلغ انداز میں پیش کی گئی ہیں، جن سے خوش بخت عبرت حاصل کرکے صراط مستقیم پہ گامزن ہوتاہے اور بدبخت ان سے اعراض کرکے اور بے راہ روی اختیار کرکے دنیا وآخرت میں اپنے اوپر بدنصیبی کا ٹھپہ لگالیتاہے۔

زیرنظرتحریر میں ایک حدیث کے اندرعلم وہدایت اور ظلم وضلالت کی مثال کونہایت ہی بلیغانہ انداز میں پیش کیا گیاہے:

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مَثَلُ ما بَعَثَنِي اللَّهُ به مِنَ الهُدَى والعِلْمِ، كَمَثَلِ الغَيْثِ الكَثِيرِ أصابَ أرْضًا، فَكانَ مِنْها نَقِيَّةٌ، قَبِلَتِ الماءَ فأنْبَتَتِ الكَلَأَ والعُشْبَ الكَثِيرَوكانَتْ مِنْها أجادِبُ،أمْسَكَتِ الماءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بها النَّاسَ، فَشَرِبُوا وسَقَوْا وزَرَعُوا، وأَصابَتْ مِنْها طائِفَةً أُخْرَى، إنَّما هي قِيعانٌ لا تُمْسِكُ ماءً ولا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذلكَ مَثَلُ مَن فَقُهَ في دِينِ اللَّهِ، ونَفَعَهُ ما بَعَثَنِي اللَّهُ به فَعَلِمَ وعَلَّمَ، ومَثَلُ مَن لَمْ يَرْفَعْ بذلكَ رَأْسًا،ولَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الذي أُرْسِلْتُ بهِ.

اللہ تعالی نے جس ہدایت اورعلم کے ساتھ مجھے مبعوث کیاہےاس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی ہے جوروئے زمین کےاس حصے پر پڑی جوعمدہ اورزرخیز تھی، جس نے پانی کواپنے اندر جذب کیا، نئی نئی ہری گھاس اورخوب سبزیوں کواگایا، اس کےعلاوہ زمین کے ایک سخت اوربنجر ٹکڑے نے بارش کے پانی کوجمع کرلیا، اللہ تعالی نے اس کے ذریعہ بھی لوگوں کونفع پہنچایا، لوگوں نے (اس سخت زمین کے جمع شدہ پانی کو) خودبھی پیااوراپنے جانوروں کوپلایااوراپنی کھیتیوں کوسیراب کیا، اس کےعلاوہ بارش کاوہ پانی زمین کے ایسے حصے پربھی برساجوسپاٹ اورچٹیل میدان تھاجس کےاندرنہ توپانی کوجمع کرنے کی صلاحیت تھی اورنہ ہی گھاس پودوں کو اگانے کی۔یہی مثال اس شخص کی ہےجس نے اللہ کےدین میں سمجھ حاصل کی، اوراللہ نے جس علم اورہدایت کےساتھ مجھےمبعوث کیااس سےاسے فائدہ بھی پہنچا، اس نےخودبھی (دین حق) کوسیکھااور دوسروں کوبھی سکھایا۔اوریہی اس

شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کی طرف سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اور اللہ نے جس ہدایت ونور کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے اسے قبول بھی نہیں کیا۔

(صحیح بخاری/79،صحیح مسلم/2282)

یہ روایت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نہایت ہی بہترین انداز میں تعلیم دیتے، اور نہایت ہی بلیغ اور فصیح انداز میں مثالیں بیان کرتے جس سے ذہن میں علم وہدایت کی روشنی پہنچتی۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تشبیہ مختلف قسم کی زمینوں پر برسنے والی بارش سے دی ہے جو اپنی طبیعت اور صلاحیت کے حساب سے اس بارش کے پانی سے فائدہ اٹھاتی ہیں، اور دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہیں، یہاں پر تشبیہ کے لئے ان زمینوں کی تین قسموں کا بیان ہوا ہے:

پہلی قسم: سرسبز وشاداب پانی کے جذب کی صلاحیت رکھنے والی زمین جو کیڑے مکوڑوں کے نقصان سے محفوظ ہے، اور جو بارش کے پانی کو اپنے اندر جذب کر کے باذن اللہ ہرے بھرے اور سوکھے بے شمار گھاس اور اناج پیدا کرتی ہے جن سے اللہ کی مخلوق مستفید ہوتی ہے، یہ مثال ایک ایسے عالم دین کی ہے جو شریعت کے اندر تفقہ اور سمجھ رکھتا ہو، جو خود اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے، گویا علم وعمل کا بہترین پیکر ہے، اور اس علم سے اس نے خود کو تروتازہ رکھا اور نہ یہ کہ خود کی دنیا وآخرت سنوار لی دیگر لوگوں کے رشد وہدایت اور اوران کی تثقیف وتہذیب کا سبب بنا، اور سلسلہ آگے تک بھی چلتا رہتا ہے،

ایک روایت میں علم وہدایت کے اسی افادہ اور نفع بخشی اور ایسے شخص کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نضَّرَ اللَّهُ امرأً سمِعَ مقالتي، فبلَّغَها، فرُبَّ حاملِ فِقهٍ، غيرُ فَقيهٍ، وربَّ حاملِ فِقهٍ إلى من هوَ أفقَهُ منهُ. اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری کوئی حدیث سنی اور اسے دوسروں تک پہنچا دیا، اس لیے کہ بہت سے وہ لوگ جنہیں حدیث پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والوں سے زیادہ ادراک رکھنے والے ہوتے ہیں۔

(سنن الترمذی/ 2658-2657،سنن ابن ماجہ /232،علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)۔

یہ قسم ہدایت اور علم کا سب سے بلند مقام ہے۔

دوسری قسم: سپاٹ اور چٹیل میدان جس کے اندر پانی جذب کر کے کوئی چیز اگانے کی طاقت نہیں ہے البتہ وہاں پانی تالابوں، یا گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے، جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور خود بھی پیتے ہیں، اپنے چوپایوں کو بھی پلاتے ہیں، نیز اس سے کھیتیاں اور باغات کو بھی سیراب کرتے ہیں، اور اس پانی سے مدنی زندگی کی ساری ضرورتیں بھی پوری کرتے ہیں۔یعنی اس سپاٹ اور چٹیل سرزمین نے اس پانی کو اپنے اندر جذب کر کے خود تو اس پانی سے فائدہ نہیں اٹھایا لیکن دوسروں کو فائدہ پہنچا رہا ہے، یہ مثال ان لوگوں کی ہے جن کے پاس صلاحیت کی کمی نہیں، سوچ وفکر بھی اللہ رب العزت نے دے رکھی ہے، لیکن علم وہدایت سے استفادہ کی توفیق نہیں ہے۔اس قسم میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں: اولاً: دوسروں کو علم اور حکمت

وہدایت کی باتیں بتا تو دیتے ہیں لیکن خود اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

اور ثانیاً: اس سے مراد وہ عالم ہے جو دوسروں کو تو علم بانٹتا ہے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا، دوسرے الفاظ میں کہا جائے تو عالم بلا عمل ہے ٹھیک اس چراغ کی طرح جو خود کو جلا کر دوسروں کو روشنی پہونچاتا ہے۔

تیسری قسم: وہ سرزمین جس کے اندر نہ کچھ پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور نہ ہی وہاں پانی اکٹھا ہوسکتا ہے، اس سے نہ خود فائدہ اٹھاتی ہے اور نہ ہی جمع کر کے دوسرے کو فائدہ پہونچاتی ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو نہ خود علم اور ہدایت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا طلبی میں مگن ہوتے ہیں اور علم ہدایت سے بیگانہ ہوکر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

☆☆☆

(بقیہ صفحہ:۱۶)

دوسرا گروہ: ماہ محرم میں گمراہی کے شکار فرقوں میں سے دوسرا فرقہ وہ ہے جس نے یوم عاشورا کو حزن وملال اور نوحہ وماتم کا دن بنالیا ہے، اسی تاریخ میں نواسہء رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تھا، جس کو یاد کر کے یہ لوگ محرم کی دسویں تاریخ میں غم مناتے ہیں اور اظہار حزن و ملال کرتے ہیں، نوحہ و ماتم کرتے ہیں، چہرہ نوچتے اور گریبان پھاڑتے ہیں، حزن وغم کے قصیدے پڑھتے ہیں اور شہادت حسین سے متعلق موضوع ومن گھڑت واقعات و روایات سنتے سناتے ہیں اور اس طریقے سے امت مسلمہ کے درمیان تفریق پیدا کرتے ہیں اور فتنہ پھیلاتے ہیں۔ (رسالة في أحاديث شهر الله المحرم)

اللہ تعالی کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے ہم اہل سنت و جماعت کو اس طرح کے باطل افکار ونظریات، غیر اسلامی اعمال وافعال اور بے بنیاد رسوم ورواج سے محفوظ رکھا ہے اور ہم دین اسلام کے تمام مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی نبی کریم ﷺ کے قول وعمل کی اطاعت واتباع کرتے ہیں اور ماہ محرم میں روزہ رکھنے کو مشروع وممدوح اور اجر وثواب کا عمل قرار دیتے ہیں۔ نہ ہی ہم یہودیوں کی مشابہت اختیار کر کے عاشورا کے دن کو حزن وملال اور نوحہ وماتم کا دن قرار دیتے ہیں اور نہ ہی اس میں مسرت وشادمانی کے غیر اسلامی طریقے کو روا سمجھتے ہیں کیوں کہ یوم عاشورا میں روزہ کے علاوہ کوئی مخصوص عبادت کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے، اللہ تعالی ہم سب کو نیک توفیق بخشے، آمین۔

☆☆☆

سنن رواتب کے احکام ومسائل

ڈاکٹر عبد الصبور ابوبکر
استاد حدیث، جامعہ سلفیہ، بنارس

(نویں قسط: گزشتہ سے پیوستہ)

دعائے قنوت جمع کے صیغے کے ساتھ پڑھنے کا حکم:

وتر میں دعائے قنوت کی حدیث صحابۂ کرام میں سے صرف حسن بن علی سے ثابت ہے اور ان سے مروی اس حدیث کے بعض طرق میں یہ دعا صیغۂ افراد کے ساتھ وارد ہے اور یہی مشہور ہے اور بعض میں صیغہ جمع کے ساتھ۔ صیغۂ افراد والی روایت کی تخریج گزر چکی ہے یہاں صیغہ جمع کے ساتھ وارد طرق کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

حسن بن علی کی یہ روایت جن راویوں سے جمع کی ضمیر کے ساتھ مروی ہے وہ مؤمل بن اسماعیل، موسیٰ بن عقبہ، عیسیٰ بن موسیٰ اور عبداللہ بن زبیر ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اولاً: مؤمل بن اسماعیل کی روایت:

اس حدیث کو روایت کیا ہے ابویعلی موصلی(۱) نے محمد بن خطاب سے-اور ابن حبان(۲) نے احمد بن حسن ترمذی کے طریق سے- دونوں (محمد بن خطاب اور احمد بن حسن) نے مومل بن اسماعیل سے، وہ شعبہ سے، وہ برید بن ابی مریم سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوحوراء سعدی کو حسن سے یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ ان کو اللہ کے رسول ﷺ کی کون سی حدیث یاد ہے؟ حسن نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: اللهم اهدنا فيمن هديت، وعافنا فيمن عافيت، وتولنا فيمن توليت، وبارك لنا فيما أعطيت، وقنا شر ما قضيت، إنك تقضى ولا يقضى عليك، وإنه لا يذل من واليت، تباركت وتعاليت. لفظ أبى يعلى (صیغہ جمع کے ساتھ)۔

مذکورہ روایت کا حال:

اس حدیث کی سند میں مؤمل بن اسماعیل بصری ہیں جو اگرچہ بعض علمائے جرح وتعدیل کے بقول ثقہ ہیں لیکن متعدد اہل علم نے ان پر حفظ وضبط کے اعتبار سے کلام کیا ہے چنانچہ امام بخاری نے ان کو "منكر الحديث"(۳)، ابن ابی حاتم نے "كثير الخطا"(۴)، ابو زرعہ نے "فی حديثه خطأ كثير"(۵) کہا ہے اور تمام اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے حافظ ابن حجر نے ان کا درجہ متعین کرتے ہوئے کہا: "صدوق سيء الحفظ "(٦) اور اس تعبیر کا مفہوم ہے کہ حالتِ تفرد میں ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی البتہ متابعات یا شواہد میں قبول کی جائے گی۔ لہٰذا جمع کے صیغہ کے ساتھ یہ روایت مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شعبہ کے آٹھ ثقہ تلامذہ (جس کی تخریج گزر چکی ہے)

نے اسے صیغۂ افراد کے ساتھ روایت کیا ہے اور مؤمل نے صیغہ جمع کے ساتھ روایت کرنے میں ان ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے ان کی روایت شاذ ہوگی۔

اہم تنبیہ:

حافظ ابن حجر نے "إتحاف المهرة" (۷) میں صحیح ابن حبان سے مؤمل کی روایت نقل کرنے کے بعد کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان نے کتاب الصلاۃ (جو کہ مفقود ہے) میں "وکیع بن جراح ومحمد بن بشار عن شعبۃ" روایت کیا ہے، مگر ابن حجر رحمہ اللہ نے ان دونوں کے الفاظ کو ذکر نہیں کیا ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ انہوں نے مؤمل کی حدیث کی طرح صیغہ جمع کے ساتھ روایت کیا ہے یا ان کی روایت شعبہ کے دیگر تلامذہ کی روایت کی طرح صیغۂ افراد کے ساتھ ہے، البتہ وکیع اور بندار یہ دونوں ثقہ راوی ہیں اس لیے اس بات کا قوی احتمال ہے کہ ان کی روایتیں شعبہ کے بقیہ تلامذہ کی طرح صیغۂ افراد کے ساتھ ہوں گی نہ کہ مؤمل جو کہ متکلم فیہ ہیں ان کی روایت کی طرح جمع کے صیغہ کے ساتھ ہوگی۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان دونوں نے صیغہ جمع کے ساتھ روایت کرنے میں مؤمل کی متابعت کی ہے تو بھی ان تینوں کی تعداد شعبہ کے ان تلامذہ کے مقابلے میں کم ہے جنہوں نے افراد کے ساتھ روایت کیا ہے لہٰذا ان تینوں کی روایت قلتِ تعداد کی وجہ سے مرجوح قرار پائے گی، اس لیے صیغہ جمع کو ثابت کرنے کے لیے ابن حبان کی ان مشار الیہ دونوں روایتوں سے استدلال کرنا محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت:

ثانیاً: موسیٰ بن عقبہ کی حدیث تین طرق سے مروی ہے:

- اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ کا طریق:

اسے روایت کیا ہے طبرانی (۸) نے علی بن سعید بن بشیر رازی سے، وہ حسن بن داود منکدری سے۔ نیز روایت کیا ہے طبرانی (۹) نے حسن بن علی بن شہریار بغدادی سے وہ اسماعیل بن عبداللہ بن زرارہ رقی سے۔ دونوں (منکدری اور رقی) نے محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک سے، وہ اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ سے، وہ اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے، وہ ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد عروہ سے، وہ عائشہ سے، کہا کہ مجھے خبر دی حسن بن علی نے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے قنوت وتر کی یہ دعا سکھائی: "اللهم اهدنا فيمن هديت، وعافنا فيمن عافيت..." (صیغہ جمع کے ساتھ)۔

اور روایت کیا ہے طبرانی (۱۰) نے علی بن سعید رازی سے، وہ حسن بن داود منکدری سے۔ اور ابن ابی عاصم (۱۱) نے عبداللہ بن شبیب بن خالد سے، وہ ابن ابی اویس سے۔ اور ابن مندہ (۱۲)، حاکم (۱۳) اور بیہقی (۱۴) نے فضل بن محمد بن مسیّب شعرانی کے طریق سے، وہ عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن شیبہ حزامی سے۔

تینوں (منکدری، ابن ابی اویس، عبدالرحمٰن) نے محمد بن اسماعیل ابن ابی فدیک سے، وہ اسماعیل بن ابراہیم سے، وہ موسیٰ بن عقبہ سے، وہ ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد عروہ سے، وہ عائشہ سے، وہ حسن بن علی سے کہ انہیں اللہ کے رسول ﷺ نے وتر کی یہ دعا سکھائی: "اللهم اهدني فيمن هديت، وبارك لي فيما أعطيت، وقني

شر ما قضيت، فإنك تقضى ولا يقضى عليك، وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت" (صیغۂ افراد کے ساتھ)، یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔

بعض طرق میں یہ اضافہ ہے: "علمنى رسول الله ﷺ أن أقول إذا فرغت من قراء تى فى الوتر فلم يبق علي إلا الركوع" اور بعض میں ہے: "علمنى رسول الله ﷺ في وترى إذا رفعت رأسي ولم يبق إلا السجود"۔

-یحییٰ بن عبداللہ بن سالم کا طریق:

اسے روایت کیا ہے نسائی (۱۵) اور ان کے واسطے سے ابن حجر (۱۶) نے یحییٰ بن عبداللہ بن سالم کے طریق سے، انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، وہ عبداللہ بن علی سے، وہ حسن بن علی سے، انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے وتر کے لیے یہ کلمات سکھائے ہیں: "اللهم اهدنى فيمن هديت، وبارك لى فيما أعطيت، وتولنى فيمن توليت، وقنى شر ما قضيت، فإنك تقضى ولا يقضى عليك، وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت، وصلى الله على محمد النبى" (صیغۂ افراد کے ساتھ)۔

-محمد بن جعفر بن ابی کثیر کا طریق:

اسے روایت کیا ہے حاکم (۱۷) اور طبرانی (۱۸) نے محمد بن جعفر بن ابی کثیر کے طریق سے، انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، وہ ابو اسحاق سے، وہ برید بن ابی مریم سے، وہ ابوحوراء سعدی سے، وہ حسن بن علی سے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے وتر کی یہ دعا سکھائی: اللهم اهدنى فيمن هديت، وبارك لى فيما أعطيت، وقنى شر ما قضيت، فإنك تقضى ولا يقضى عليك، وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت (صیغۂ افراد کے ساتھ)۔

تینوں طرق کا جائزہ:

موسیٰ بن عقبہ کی روایت کی سابقہ تخریج سے معلوم ہوا کہ ان سے روایت کرنے میں ان کے تلامذہ مختلف ہیں اور ان سے تین طرح کی روایتیں کی گئی ہیں، ان تینوں روایتوں کا حال درج ذیل ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم کی روایت کا حال:

درج ذیل وجوہات کی بنا پر اسماعیل کی روایت ضعیف ہے:

● اسماعیل بن ابراہیم کی حدیث کو طبرانی نے "المعجم الكبير" اور "الدعاء" میں اپنے دو استاد حسن بن علی بن شہریار مصری اور علی بن سعید بن بشیر رازی سے روایت کیا ہے اور حسن بن علی ضعیف (۱۹) اور علی بن سعید متکلم فیہ ہے (۲۰)، حدیث کے سیاق سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ طبرانی کے دونوں اساتذہ نے اس دعا کو جمع کی ضمیر کے ساتھ روایت کیا ہے کیونکہ طبرانی نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ یہ الفاظ ان دونوں میں سے کس کے ہیں لیکن خود طبرانی نے اسی حدیث کو اسی سند کے ساتھ صرف علی بن سعید کے طریق سے اپنی کتاب "المعجم الأوسط" میں روایت کیا ہے اور وہاں اس دعا کو صیغہ واحد کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جمع کا صیغہ حسن

بن علی مصری نے ذکر کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

● اس کی سند میں ہشام، عروہ اور عائشہ کا ذکر خطا ہے اور یہ غلطی اسماعیل بن ابراہیم سے واقع ہوئی ہے کیونکہ وہ اگر چہ ثقہ ہیں مگر انہوں نے یہاں اپنے سے اوثق راوی محمد بن جعفر بن ابی کثیر کی مخالفت کی ہے، ابن جعفر نے اس حدیث کو"موسىٰ بن عقبة، عن أبی إسحاق، عن بريد بن أبی مريم، عن أبی حوراء "کے طریق سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی یہی سند مشہور ومعروف ہے لہٰذا اسماعیل بن ابراہیم کی یہ روایت شاذ ہے، شذوذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حاکم نے کہا: "هذا حديث صحيح على شرط الشيخين إلا أن محمد بن جعفر بن أبی كثير قد خالف إسماعيلَ بن إبراهيم بن عقبة فی إسناده"(۲۱)

"بظاہر یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر ہونے کی وجہ سے صحیح ہے مگر اس کی سند کے اندر ایک علت ہے وہ یہ کہ محمد بن جعفر بن ابی کثیر نے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ کی مخالفت کی ہے"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس سند کے غیر محفوظ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ حاکم کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں: "اگر چہ استاد احمد محمد شاکر نے "المحلی " کے حاشیہ میں حاکم کی تصحیح کی موافقت کی ہے مگر یہ سند ضعیف ہے اور حاکم کا یہ کہنا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، وہم ہے، معلوم نہیں یہ بات احمد شاکر رحمہ اللہ پر کیسے مخفی رہ گئی... سچ یہ ہے کہ حاکم کی یہ روایت شیخین بلکہ ان دونوں میں سے کسی کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ بخاری ومسلم نے اپنی صحیح میں حسن بن علی کی کوئی روایت ذکر نہیں کی ہے اور نہ ہی ان کے یہاں "موسىٰ بن عقبة، عن هشام، عن عروة" کوئی روایت موجود ہے اسی طرح اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ مسلم کے راویوں میں سے نہیں ہیں"(۲۲)۔

● معلوم ہوا کہ اسماعیل کی یہ روایت محفوظ نہیں ہے اسی لیے طبرانی رحمہ اللہ نے "المعجم الأوسط" میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

لم يرو هذا الحديث عن هشام بن عروة إلا موسىٰ بن عقبة، ولارواه عن موسىٰ بن عقبة إلا ابن أخيه إسماعيل بن إبراهيم، تفرد به ابن أبی فديك، ولا يروى عن عائشة عن الحسن بن على إلا بهذا الإسناد(۲۳)۔

"اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے صرف موسیٰ نے روایت کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ سے صرف ان کے بھتیجے اسماعیل بن ابراہیم نے، نیز اس حدیث کو روایت کرنے میں ابن ابی فدیک منفرد ہیں اور عائشہ کی حسن بن علی سے اس سند کے علاوہ کوئی روایت نہیں ہے"۔

یحییٰ بن عبداللہ بن سالم کی روایت کا حال:

یہ روایت درج ذیل علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے:

● اس کی سند منقطع ہے، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إنه منقطع فإن عبدالله بن على وهو ابن الحسين بن على لم يلحق الحسن بن على"(۲۴)" یہ سند منقطع ہے کیونکہ عبداللہ بن علی بن حسین بن علی کی ملاقات حسن بن علی سے ثابت نہیں ہے"۔

اور ایک جگہ فرمایا:

"عبد الله بن علي لا يعرف، وقد جوز الحافظ عبد الغني أن يكون هو عبد الله بن علي بن الحسين بن علي، وجزم المزي بذلك، فإن يكن كما قال، فالسند منقطع... لم يسمع من جده الحسن بن علي"(۲۵) "عبداللہ بن علی مجہول راوی ہے، البتہ حافظ عبدالغنی نے امکان ظاہر کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن علی بن حسین بن علی ہے، اور مزی نے یقین کے ساتھ یہی نام ذکر کیا ہے، اگر مزی کا قول صحیح ہے تو اس کی سند منقطع ہے کیونکہ عبداللہ کا اپنے دادا حسن بن علی سے سماع ثابت نہیں ہے"۔

● اس سند میں عبداللہ بن علی کا ذکر کرنے میں یحییٰ بن عبداللہ بن سالم منفرد ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے، فرمایا: "وتفرد يحيىٰ بن عبدالله بن سالم عنه (موسیٰ) بقوله عن عبدالله بن علی" (۲۶).

محمد بن جعفر بن ابی کثیر کی روایت کا حال:

محمد بن جعفر کی روایت جس میں دعائے قنوت صیغۂ افراد کے ساتھ مروی ہے، محفوظ ہے، اس کے محفوظ ہونے کی طرف حاکم نے اشارہ کیا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ تینوں سندوں کو ذکر کرنے کے بعد محمد بن جعفر والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هذه الطرق أشبه بالصواب؛ لأن محمد بن جعفر هو ابن أبی کثیر المدنی أثبت وأحفظ من إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة، ومن يحيىٰ بن عبدالله بن سالم، فرجع الحديث إلى رواية أبى إسحاق عن بريد، عن أبى الحوراء، وهو المعروف، والله أعلم"(۲۷)

"یہ سند صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ محمد بن جعفر بن ابی کثیر مدنی یہ اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور یحییٰ بن عبداللہ بن سالم سے زیادہ ثقہ اور بڑے حافظ ہیں اور اس طرح یہ حدیث "أبو إسحاق عن بريد، عن أبی حوراء" کی سند کی طرف لوٹ آئی اور یہی سند اس حدیث کے لیے معروف ہے، واللہ اعلم"۔

اور ایک جگہ محمد بن جعفر کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد جزم کے ساتھ فرمایا: "هو الصواب"(۲۸) کہ یہی سند درست ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث موسیٰ بن عقبہ سے تین سندوں سے مروی ہے، پہلی اور دوسری سند معلول ہے اور تیسری سند جس میں دعائے قنوت صیغۂ افراد کے ساتھ مذکور ہے، محفوظ ہے۔

ثالثاً: عیسیٰ بن موسیٰ کی روایت:

اسے روایت کیا ہے خطیب بغدادی (۲۹) نے عیسیٰ بن موسیٰ ابو خلف کوفی کے طریق سے، وہ ابن شبرمہ سے، وہ ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے، وہ ابوہریرہ سے، وہ حسن بن علی سے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے نانا ﷺ سے سن کر یاد کیا ہے کہ... آپ ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھائے اور حکم دیا ہے کہ میں انہیں وتر میں پڑھوں اور وہ کلمات ہیں: "اللهم اهدنا فيمن هديت، وعافنا فيمن عافيت"... الخ.

اس روایت میں دعائے قنوت صیغۂ جمع کے ساتھ

وارد ہے مگر اس کی سند میں کئی ایسے راویان ہیں جن کی جرح وتعدیل سے متعلق تراجم کی کتابوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہے مزید یہ کہ ابوہریرہ کی حسن بن علی سے اس کے علاوہ کوئی اور روایت کتبِ احادیث میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا صیغہ جمع کو ثابت کرنے کے لیے اس روایت پر قطعاً اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

رابعاً: عبداللہ بن زبیر کی روایت:

اسے روایت کیا ہے ابن عساکر (۳۰) نے زبیر بن بکار کے طریق سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے چچا مصعب بن عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ ہی مولی زبیر سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن ہم آپس میں بحث کررہے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے اہل میں سے کون آپ کے زیادہ مشابہ تھا اس دوران عبداللہ بن زبیر ہمارے پاس آگئے اور انہوں نے کہا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آپ کے بال بچوں میں سے کون آپ ﷺ کے زیادہ مشابہ اور آپ کے نزدیک محبوب تھا، وہ حسن بن علی تھے... پھر آگے فرماتے ہیں کہ حسن سے پوچھا گیا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے آپ ﷺ کو ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا: "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك... اور میں نے آپ سے پانچوں نمازوں اور ان کلمات کو یاد کیا ہے جنہیں میں نمازوں کے آخر میں پڑھتا ہوں: "اللهم اهدنا فيمن هديت، وعافينا فيمن عافيت، وتولنا فيمن توليت، وبارك لنا فيما أعطيت، وقنا شر ما قضيت، إنك تقضى ولا يقضى عليك، إنه لا يذل من واليت، تبارك وتعاليت".

یہ روایت ضعیف ہے،اس کے بارے میں ابن عساکر رحمہ اللہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "هذا منقطع وقد أدرج فيه غيره" "یہ سند منقطع ہے اس میں دوسری چیزیں بھی داخل کردی گئی ہیں"۔

اس سند کا انقطاع واضح ہے، مصعب بن عبداللہ نے عبداللہ ہی سے نہیں سنا ہے۔

ایک شاہد کا ذکر:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت:

-اس حدیث کو روایت کیا ہے عبدالرزاق (۳۱) نے ابن جریج سے انہوں نے کہا کہ مجھے خبر دی ہے اس شخص نے جس نے مسجد خیف میں ابن عباس اور محمد بن علی کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ صبح کی نماز اور رات میں وتر کی نماز میں ان کلمات کے ذریعے قنوت کیا کرتے تھے: "اللهم اهدنى فيمن هديت، وعافنى فيمن عافيت، وتولنى فيمن توليت، وبارك لى فيما أعطيت، وقنى شر ما قضيت، إنك تقضى ولا يقضى عليك، وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت" (صیغۂ افراد کے ساتھ)۔

-اور روایت کیا ہے ابومحمد فاکہی (۳۲) اور ان کے واسطے سے بیہقی (۳۳) نے ابویحییٰ عبداللہ بن احمد بن ابی مسرہ سے، وہ اپنے والد احمد سے، وہ عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد سے، وہ ابن جریج سے، انہوں نے کہا مجھے خبر دی ہے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے کہ انہیں خبر دی برید بن ابی مریم نے کہ انہوں نے ابن عباس اور محمد بن علی ابن الحنفیہ سے

خیف میں سنا وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ فجر اور وتر کی نماز میں ان کلمات کے ذریعہ قنوت کیا کرتے تھے:
"اللهم اهدني فيمن هديت، وعافني فيمن عافيت، وتولني فيمن توليت، وبارك لی فيما أعطيت، وقنی شر ما قضيت، إنك تقضي ولا يقضى عليك، وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت"(صیغۂ افراد کے ساتھ)۔
-اور روایت کیا ہے بیہقی (۳۴) نے ہشام بن خالد ازرق کے طریق سے، انہوں نے ولید بن مسلم سے، وہ ابن جریج سے، وہ ابن ہرمز سے، وہ برید بن ابی مریم سے، وہ عبداللہ بن عباس سے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں ایک دعا سکھاتے تھے جسے ہم نمازِ فجر کی قنوت میں پڑھتے تھے: "اللهم اهدنا فيمن هديت، وعافنا فيمن عافيت، وتولنا فيمن توليت، وبارك لنا فيما أعطيت، وقنا شر ما قضيت، إنك تقضى ولا يقضى عليك، إنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت"(صیغۂ جمع کے ساتھ)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا حال:

اس حدیث کی تخریج سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرزاق کی سند میں ابن جریج نے اپنے شیخ کا ذکر نہیں کیا ہے لہٰذا یہ سند ابن جریج کے شیخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ٹھہری لیکن بعد کی دونوں روایتوں میں ابن جریج کے شیخ کے نام کی صراحت ہے، ایک روایت میں ابن ہرمز ہے اور ایک میں عبدالرحمٰن بن ہرمز ہے۔
عبداللہ بن عباس کی یہ روایت درج ذیل وجوہات کی بناپر ضعیف ہے:
● ابن ہرمز کی تعیین میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس سے مراد عبدالرحمٰن بن ہرمز ہے جیسا کہ ابو محمد فاکہی کی روایت میں صراحت ہے اور بعض نے کہا کہ عبداللہ بن ہرمز ہے جیسا کہ بیہقی نے اشارہ کیا ہے(۳۵)، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عبدالرحمٰن بن ہرمز ہونے کو قوی قرار دیا ہے اور عبدالرحمٰن بن ہرمز یہ غیر معروف راوی ہے۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وعبد الرحمن بن هرمز يحتاج إلى الكشف عن حاله. فقد رواه أبو صفوان الأموی عن ابن جريج فقال: عبدالله بن هرمز، والأول أقوى"(۳۶)
"عبدالرحمٰن بن ہرمز کے بارے میں بحث وتحقیق کی ضرورت ہے کیونکہ ابوصفوان اموی نے ابن جریج سے روایت کرتے ہوئے "عبدالله بن هرمز" کہا ہے اور پہلا (یعنی عبدالرحمٰن بن ہرمز) زیادہ قوی ہے"۔
ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:
"ابن هرمز المذكور شيخ مجهول، والأكثر أن اسمه عبد الرحمن، وليس هو الأعرج الثقة المشهور، وصاحب أبی هرمز"(۳۷)
اس سند میں مذکور ابن ہرمز مجہول راوی ہے، اکثر لوگوں کے نزدیک اس کا نام عبدالرحمٰن ہے اور یہ اعرج نہیں ہے جو مشہور ثقہ راوی اور ابو ہرمز کا شاگرد ہے"۔
اور ایک جگہ فرمایا:"وفی سنده ضعف"(۳۸) اس کی سند میں ضعف ہے۔

صنعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "وفيه عبدالرحمن بن هرمز ضعيف"(۳۹)اس کی سند میں عبدالرحمٰن ہے اوروہ ضعیف ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "لم أجد من ذكر عبد الرحمن هذا، أما الأعرج فهو ثقة معروف"(۴۰)"میں نے اس عبدالرحمٰن کا ذکر کہیں نہیں پایاالبتہ اعرج معروف ثقہ راوی ہیں"۔

● یہ حدیث"بريد بن أبي مريم، عن أبي الحوراء، عن الحسن بن علي"کے طریق سے مشہور ہے، ثقات حفاظ نے اسی طرح روایت کیا ہے جیسا کہ گزرا اور سند اور متن دونوں میں عبدالرحمٰن بن ہرمز نے ان ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے، سند میں اس طرح کی حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مسند میں سے بنادیا جب کہ یہ حسن بن علی کے مسند سے مشہور ہے اور متن میں صبح کی نماز کا اضافہ کردیا ہے اس طرح یہ روایت سند اور متن دونوں اعتبار سے شاذ ہے۔

فاکہی کی روایت پر نقد کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والد أبي يحيىٰ هو أحمد بن زكريا بن الحارث بن أبي مسرّة، وما علمت فيهما جرحًا مع نكارة الحديث، وطريق أبي إسحاق، عن بريد أثبت: فقد رواه عن أبي إسحاق جماعة"(۴۱)

"ابویحییٰ کے والد احمد بن زکریا بن حارث بن ابی مسرہ ہیں، میں احمد اور ان کے والد کے بارے میں کوئی جرح نہیں جانتا ہوں لیکن یہ حدیث منکر ہے اور"أبو إسحاق عن بريد" کا طریق زیادہ معتبر ہے کیونکہ اسے ابواسحاق سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے"۔

اسی طرح فاکہی کی سند میں موجود عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا: "صدوق يخطىء"(۴۲) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا: "فيه ضعف من قبل حفظه"(۴۳)اس کے اندر حافظہ کے اعتبار سے ضعف پایا جاتا ہے۔

●اس روایت کے متعدد طرق میں سند اور متن میں کئی اختلافات موجود ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ راوی نے اس حدیث کو صحیح طور پر ضبط نہیں کیا ہے چنانچہ بعض طریق میں عبداللہ بن عباس اور محمد ابن الحنفیہ کا ذکر ہے اور بعض میں صرف عبداللہ بن عباس کا، بعض میں ابن جریج کے شیخ کو مجہولا ذکر کیا گیا ہے اور بعض میں شیخ کے نام کی صراحت ہے اور بعض میں ان کے شیخ کا نام عبدالرحمٰن بن ہرمز مذکور ہے، بعض میں صرف ابن ہرمز اور بعض میں عبداللہ بن ہرمز ہے، بعض میں مسجد خیف کا ذکر ہے اور بعض میں نہیں ہے اور متن کے اعتبار سے بعض میں فجر اور وتر دونوں نمازوں کا ذکر ہے اور بعض میں صرف فجر کا، اسی طرح دو طریق میں دعائے قنوت صیغۂ افراد کے ساتھ مذکور ہے اور ایک میں جمع کے صیغہ کے ساتھ۔

ان متعدد وجوہات سے واضح ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عباس سے مروی یہ روایت ضعیف ہے۔

شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وفي صحة حديث ابن عباس عندي نظر"(۴۴)ابن

عباس کی حدیث کی صحت میرے نزدیک محل نظر ہے"۔

مسئلہ سے متعلق ائمہ کے اقوال:

عبدالرزاق صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ولو كنت إمامًا قلت هذا القول، ثم قلت: اللهم اهدنا فيمن هديت"(۴۵)"اگر میں نمازِ وتر کے لیے امام ہوتا تو اس دعا کو پڑھتا پھر یہ دعا پڑھتا:"اللهم اهدنا فيمن هديت"۔

امام عبدالرزاق کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر باجماعت پڑھنے کی صورت میں دعائے قنوت جمع کی ضمیر کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

شوافع اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ اگر چہ روایت صیغۂ افراد کے ساتھ وارد ہے لیکن امام کے لیے مستحب ہے کہ حسن بن علی سے مروی دعائے قنوت کو جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھے(۴۶)۔

علامہ رافعی رحمہ اللہ دعائے قنوت کے بارے میں فرماتے ہیں:"والإمام لا يخصّ نفسه، بل يذكر بلفظِ الجمع"(۴۷)" امام دعائے قنوت کو اپنے لیے خاص نہ کرے بلکہ جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھے"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وإذا كان المأموم مؤمّنًا على دعاء الإمام فيدعو بصيغة الجمع كما فى دعاء الفاتحة فى قوله: (اهدنا الصراط المستقيم) فإن المأموم إنما أمن لاعتقاده أن الإمام يدعو لهما جميعا فإن لم يفعل فقد خان الإمامُ المأمومَ"(۴۸)

"جب مقتدی امام کی دعا پر آمین کہے تو امام جمع کے صیغے کے ساتھ دعا کرے گا جیسے سورہ فاتحہ کی دعا میں ہے"اهدنا الصراط المستقيم"، کیونکہ مقتدی اس بنا پر آمین کہتا کہ وہ سمجھتا ہے کہ امام ان دونوں کے لیے دعا کر رہا ہے اگر امام ایسا نہ کرے تو وہ مقتدی کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا"۔

شیخ الحدیث عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے کہ دعائے قنوت نماز باجماعت میں امام جمع کی ضمیر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے(۴۹)۔

خلاصۂ کلام:

وتر میں دعائے قنوت جمع کی ضمیر کے ساتھ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے لیکن چونکہ قنوتِ وتر کے لیے وارد دعا میں کچھ اضافہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ پیچھے گزرا، لہٰذا امام کا وتر باجماعت میں دعائے قنوت جمع کی ضمیر کیساتھ یعنی "اللهم اهدني، وعافني، وتولني الخ کے بجائے "اللهم اهدنا، وعافنا، وتولنا ... "پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔یہی موقف بعض اہل علم نے اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حواشی:

(۱) مسند ابی یعلی(12/127،رقم6759)۔
(۲) صحیح ابن حبان(2/498،رقم722)۔
(۳) میزان الاعتدال(4/228،رقم8949)۔
(۴) الجرح والتعدیل(8/374،رقم1709)۔
(۵) میزان الاعتدال(4/228،رقم8949)۔
(۶) تقریب التھذیب(7029))۔
(۷) اتحاف المہرہ(4/293)۔
(۸) المعجم الکبیر(3/73،رقم2700)۔

(۹) حوالہ مذکور۔
(۱۰) المعجم الاوسط(4/169،رقم3887)۔
(۱۱) الاحادوالمثانی(1/301،رقم415)۔
(۱۲) التوحید(2/191،رقم343)۔
(۱۳) المستدرک(3/188،رقم4800)۔
(۱۴) السنن الکبری(5/456،رقم4923)۔
(۱۵) السنن الکبری(2/172،رقم1447)۔
(۱۶) نتائج الافکار(2/153)۔
(۱۷) المستدرک(3/188،رقم4801)۔
(۱۸) المعجم الکبیر(2701 [illegible] 3/73)، الدعاء (ص: 235،رقم740)۔
(۱۹) سوالات الحاکم للدا قطنی (ص:110،رقم79)۔
(۲۰) ان کے بارے میں دارقطنی نے کہا:"ليس بذاك تفرد بأشياء "یہ بہت قوی نہیں ہیں متعدد حدیثوں کے بیان کرنے میں منفرد ہیں اورابن یونس نے کہا:"وكان حسن الفهم يفهم ويحفظ وكان من المحدثين الأجلاء وتكلموا فيه "اچھے فہم والے تھے،حفظ وفہم کا ملکہ رکھتے تھے،بڑے محدثین میں سے تھے،لوگوں نے ان پر کلام کیا ہے، ذہبی نے کہا:"الحافظ البارع"دیکھیے: تاریخ دمشق(41/512)،سیر اعلام النبلاء(14/145)،میزان الاعتدال(3/131)۔
(۲۱) المستدرک(3/188)۔
(۲۲) صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم -الاصل(72-3/971)۔
(۲۳) المعجم الاوسط(4/169،رقم3887)۔
(۲۴) التلخیص الحبیر (2/708)۔
(۲۵) نتائج الافکار(ص:154)۔
(۲۶) التلخیص الحبیر (2/708)۔
(۲۷) نتائج الأفکار(2/155)۔
(۲۸) الدرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایہ(1/194)۔
(۲۹) المتفق والمفترق(2/958)۔
(۳۰) تاریخ دمشق(13/177)۔
(۳۱) مصنف عبدالرزاق(3/108،رقم4957)۔
(۳۲) فوائد ابی محمد الفاکہی(ص:275 ،رقم103)۔
(۳۳) السنن الکبری(4/151،رقم3183)۔
(۳۴) السنن الکبری(4/151،رقم318)۔
(۳۵)حوالہ مذکور(4/152)۔
(۳۶) التلخیص الحبیر (2/707)۔
(۳۷) نتائج الافکار(3/134)۔
(۳۸) بلوغ المرام(ص:148 ،رقم309)۔
(۳۹) سبل السلام(1/279)۔
(۴۰) ارواء الغلیل (2/174)۔
(۴۱) المہذب فی اختصار السنن الکبیر(2/750،رقم2791)۔
(۴۲) تقریب التہذیب(4160))۔
(۴۳) ارواء الغلیل (2/174)۔
(۴۴) مرعاۃ المفاتیح(3/516)۔
(۴۵) مصنف عبدالرزاق(3/110)۔
(۴۶) دیکھیے: منہاج الطالبین،نووی(ص:27)،الممتع فی شرح المقنع، منجی التنوخی(1/429)،اخصر المختصرات،ابن بلبان حنبلی(ص:118)۔
(۴۷) الشرح الکبیر،رافعی(1/516)۔
(۴۸) مجموع الفتاوی(23/118)۔
(۴۹) فتاوی شیخ الحدیث(1/440)۔

☆☆☆

بدنظری کا فتنہ

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی، سپول، بہار

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو اتنے انعامات سے نوازا ہے کہ انہیں کوئی حیطہ شمار میں بھی نہیں لاسکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کوشمار کرنا چاہو تو تم انہیں شمار نہیں کرسکتے

معزز قارئین: آنکھ رب تعالیٰ کا بہت ہی قیمتی عطیہ ہے، اللہ رب العالمین نے استفہام تقریری والے انداز میں اپنی اس نعمت کا ذکر کیا ہے:

ألم نجعل له عينين (سورۃ البلد: ۸) کیا ہم نے اسکے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں۔

بے حیائی کے اس پرفتن دور میں بدنظری ونگاہ کی چوری جس طرح پھل وپھول رہی ہے، وہ اصحاب بصیرت وفکر ونظر سے پوشیدہ نہیں ہے، نہایت ہی کم لوگ ہیں جو اس آنکھ کی ہولنا کیوں سے بچے ہوئے ہیں، وگرنہ کیا بچے، کیا جوان اور کیا بوڑھے سب ہی آنکھ کے اس موذی مرض کا شکار ہیں، پوری قوم (الامن رحم ربنا)

اس سرطانی اور متعدی مرض میں مبتلا ہیں، اس عادت نے من حیث المجموع پوری قوم کا اخلاق تباہ کرکے رکھ دیا ہے، آنکھ کے اس خطرناکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں ارشادفرمایا:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ لِلَّهِ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (النور:۳۰)

اور ایک جگہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (الاسراء: ۳۶)

جب آنکھ دیکھتی ہے اور کان سنتے ہیں، تبھی دل میں کچھ کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے اس لیے اللہ رب العزت نے ڈرایا کہ لوگو! تم سے ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، یہ حکم بطور وعید ہے، اور بخاری ومسلم کی حدیث ہے:

أَرْدَفَ رَسولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ الفَضْلَ بنَ عَبَّاسٍ يَومَ النَّحرِ خَلْفَهُ علَى عَجُزِ رَاحِلَتِهِ، وكانَ الفَضْلُ رَجُلًا وضِيئًا، فَوَقَفَ النَّبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ لِلنَّاسِ يُفْتِيهِمْ، وأَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ مِن خَثْعَمَ وضِيئَةٌ تَسْتَفْتي رَسولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، فَطَفِقَ الفَضْلُ يَنْظُرُ إلَيْهَا، وأَعْجَبَهُ حُسْنُهَا، فَالْتَفَتَ النَّبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ والفَضْلُ يَنْظُرُ إلَيْهَا، فأخْلَفَ بيَدِهِ فأخَذَ بذَقَنِ الفَضْلِ، فَعَدَلَ وجْهَهُ عَنِ النَّظَرِ

إِلَيْهَا، فَقَالَتْ: يا رَسولَ اللَّهِ، إنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ في الحَجِّ علَى عِبَادِهِ، أَدْرَكَتْ أَبِي شيخًا كَبِيرًا، لا يَسْتَطِيعُ أنْ يَسْتَوِيَ علَى الرَّاحِلَةِ، فَهلْ يَقْضِي عنْه أنْ أَحُجَّ عنْه؟ قالَ: نَعَمْ.

أخرجہ البخاری: 6228، ومسلم: 1334

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے دوران میں منیٰ آتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھے کہ قبیلۂ خثعم کی ایک حسین عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مسئلہ پوچھنے آئی تو فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر دوسری طرف پھیر دیا۔

لہٰذا نتیجہ بالکل واضح ہے کہ اگر غیر محرم کی طرف دیکھنا جائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اس لڑکی کی طرف دیکھنے سے عملاً منع نہ فرماتے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا العَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ المَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَيُكَذِّبُهُ.

آدم کے بیٹے پر اس کے زنا کا حصہ لکھا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پہنچے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ کانوں کا زنا سننا ہے۔ زبان کا زنا کلام کرنا ہے۔ ہاتھ کا زنا پکڑنا اور پاوں کا زنا چلنا ہے اور دل آرزو اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

مشہور تابعی ابن زیاد بصری فرماتے ہیں" اپنی نگاہ عورت کی چادر پر بھی مت ڈال، کیونکہ یہ نظر دل میں شہوت پیدا کرتی ہے۔(کتاب الزہد 255)

اصل اور جڑ نگاہ کا بھٹکنا ہے۔

علامہ ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ نے فرمایا:"والنظر أصل عامة الحوادث التى تصيب الإنسان ،فالنظرة تولد خطرة، ثم تولد الخطرة فكرة، ثم تولد الفكرة شهوة، ثم تولد الشهوة إرادة ،ثم تقوى فتصير عزيمة جازمة، فيقع الفعل ولا بد، مالم يمنع مانع "

جب نگاہیں بھٹکتی ہیں تو عالم انسانیت میں بھونچال آتا ہے،اور کہانیوں کی آغاز ہوتا ہے وہ کیسے، نظر سے کھٹک، فکر وخیال، آرزو وتمنا، عزم بالجزم، اب ملاقات۔

محترم قارئین: بدنگاہی کی اصل محرک خواہش نفس کی پیروی ہے، اور جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے۔

وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُه كَمَثَلِ الكلب (سورۃ الاعراف:۱۷۶)

آنکھ سے اکثر خرابیوں کی ابتدا ہوتی ہے، آنکھ مین گیٹ ہے، یہ پہلا زینہ ہے، نفس مچلتا ہے، امنگیں جوان ہوتی ہیں، اور جذبات بھڑکتے ہیں، ملاقاتیں ہوتی ہیں، اور پھر ڈوب جاتے ہیں۔

تیرتے تیرتے بیزار ہوئے ڈوب گئے
ہم محبت کے گنہ گار ہوئے ڈوب گئے
ہم خیالوں میں ترے شام کو سورج کی طرح

جب بھی تنہائی سے بیزار ہوئے ڈوب گئے
عشق کے بحر میں جو ڈوب گئے پار ہوئے
اور جو لوگ یہاں پار ہوئے ڈوب گئے
تم سے پہلے بھی کئی چاند یہاں پر ابھرے
جو ستاروں کے گنہ گار ہوئے ڈوب گئے،

الغرض بدنظری اپنے دامن میں گناہوں کا اتھاہ سمندر رکھتی ہے،نظر کی بے لگامی، اوراس کی عدم حفاظت سے شر وفساد جنم لیتا ہے، اور دنیا وآخرت تباہ ہوتی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں دین کی حفاظت چار چیزوں لحظات،خطرات،لفظات،خطوات میں ہے۔ یعنی نظر، دل کا خیال، بات چیت اور پاوں سے آنا جانا۔اور ان میں سر فہرست یہی ’’اللحظات‘‘ یعنی نظربازی ہے۔ "فهي رائد الشهوة ورسولها ،وحفظها أصل حفظ الفرج، فمن أطلق بصره أورد نفسه موارد المهلكات"

یہ شہوت وخواہشات کے قاصد اور پیامبر ہے اور نگاہ کی حفاظت درحقیقت شرمگاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔جس نے نظر کو آزاد چھوڑ دیا اس نے اسے ہلاکت میں ڈال دیا اور انسان عموما جن حوادث سے دو چار ہوتا ہے۔نظران کی بنیاد ہے کیونکہ نظر دل میں کھٹک پیدا کرتی ہے پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے پھر فکر شہوت کو ابھارتی ہے۔پھر شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے اور وہ قوی ہو کر عزیمت اور ارادہ کی پختگی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔اگر کوئی مانع حائل نہ ہو تو اس کے نتیجہ میں انسان بدکاری کا مرتکب ہو جاتا ہے۔اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ الصبر على غض البصر أيسر من الصبر على ألم ما بعده.

آنکھ جھکانے پر صبر آسان ہے بعد کی تکلیف پر صبر کرنے سے یعنی آنکھ بند کر لینا آسان ہے مگر بعد کی تکلیف پر صبر مشکل ہے۔

عربی شاعر نے کہا ہے ؎

كل الحوادث مبداها من النظر
ومعظم النار من مستصغر الشرر
كم نظرة بلغت من قلب صاحبها
كمبلغ السهم بين القوس والوتر

کہ تمام حوادث کی اساس وبنیاد نظر ہے اور بڑی آگ کا سبب چھوٹی سی چنگاری ہے کتنی نگاہیں دیکھنے والے کے دل میں ایسی پیوست ہو جاتی ہیں جیسے تیر کمان سے نکل کر پیوست ہو جاتا ہے۔

(بحوالہ،الداءوالدواء 150 تا153)

اورظاہر ہے کہ نظر کا تیر اگر پیوست ہو گیا تو "أنه يورث الحسرات والزفرات وحرقات ،فيرى العبد ما ليس قادرا عليه ولا صابرا عنه".

پھر اس سے حسرت، دل کی بے چینی و بیقراری بڑھتی ہے اور آہ وبکا نیم شبی پیدا ہوتی ہے۔انسان کے لئے یارائے ضبط باقی نہیں رہتا ہے اور یہ ایک مستقل عذاب بن کر نیم بسمل کی طرح اسے تڑپانے کا سبب بن جاتا ہے۔

مشہور شاعر میر درد نے اسی معنی میں کہا ہے ؎

وہ نگاہیں جو چار ہوتی ہیں برچھیاں ہیں کہ پار ہوتی ہیں

کوئی اپنے درد کی کہانی یوں شروع کرتا ہے ؎

مارا بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت

خود سوئے ما ندید و حیاء را بہانہ ساخت

کسی نے اس حقیقت کا اظہار یوں کیا ہے

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم ان کو چھوڑ بیٹھے ہیں
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آ ہی جاتی ہے

مصحفی نے بھی شکوہ کیا ہے ۔

دل لے گئے آنکھوں میں یہ تدبیر لگا کر
آئے تھے جو کل سرمہء تسخیر لگا کر

کسی نے کہا ۔

آئے ادھر کھڑے ہوئے زلفوں کو بل دیے
آنکھیں چلا کے دل کو لیا اور چل دیے

عربی شاعر نے بھی کہا ہے ۔

نظرة، فابتسامة، فسلام، فكلا م ،فموعد، فلقاء.

پہلے نظر، پھر مسکراہٹ، پھر سلام، پھر کلام، پھر وعدہ، پھر ملاقات

اور کوئی کہتا ہے:

آنکھیں ہیں جیسے مے کے پیالے بھرے ہوئے
غرض کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔

انہیں خرابیوں کو دور کرنے کے لئے اسلام نے نگاہ کی حفاظت کی تاکید کی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے کہا تھا۔

امش وراء الأسد والأسود ولا تمش وراء امراة.

(ذم الھوی،ص:۸۱) کہ شیر اور سانپ کے پیچھے چلو مگر عورت کے پیچھے مت چلو۔

کیونکہ شیر کے حملے اور سانپ کے ڈسنے سے صرف جان جاتی ہے لیکن عورت کا پیچھا کرنے سے ایمان بھی جاتا ہے۔جس طرح لکڑیوں کو آگ کا معمولی شعلہ جلا کر راکھ کر دیتا ہے اسی طرح نظر کا فتنہ دولت ایمان کو بھسم کر دیتا ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ نے ذم الھوی میں ذکر کیا ہے، کہ ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا "إذ بصر بامرأة ذات جمال وقوام فأفتنته وشغلت قلبه" اسی دوران میں اس کی نگاہ ایک خوبصورت عورت پر پڑی تو نقد دل ہار بیٹھا اور عین بیت اللہ میں چلا اٹھا ۔

ما كنت أحسب أن الحب يعرض لي
عند الطواف ببيت الله ذى السُتر
حتى ابتليت فصار القلب مختبلا
من حب جارية حوراء كالقمر
يا ليتنى لم أكن عاينت صورتها
لله ماذا توخّانى به بصرى

میرے وہم وگمان میں نہ تھا کہ غلاف والے بیت اللہ کے طواف کے دوران میں مجھے محبت سے سابقہ پیش آجائے گا یہاں تک کہ میں محبت میں مبتلا ہو گیا اور دل ایک چاند جیسی خوبصورت لڑکی کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔

کاش میں نے اس کی صورت نہ دیکھی ہوتی، خدارا! میری نگاہ نے کیا چیز میرا مطلوب ومقصود بنادی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مصر میں ایک نوجوان رہتا تھا مسجد میں اذان دیتا نماز پڑھتا تھا۔اس کے

چہرے پر عبادت کا نور عیاں تھا۔ایک روز وہ حسب عادت مسجد کے منارہ پر اذان دینے کے لئے چڑھا تو مسجد کے پڑوس میں ایک عیسائی کی خوبصورت لڑکی پر اس کی نگاہ پڑ گئی۔منارے سے اتر کر اس کے گھر چلا گیا اس لڑکی نے کہا تم کیسے اور کیوں یہاں آئے ہو؟ اس نے کہا تیری محبت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔اس نے کہا میں تیری آرزو کبھی پوری نہیں کرسکتی۔کہنے لگا میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔کہنے لگی یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی۔میرا والد اس صورت میں نکاح پر رضامند نہیں ہوگا کہنے لگا میں عیسائیت اختیار کر لیتا ہوں۔کہنے لگی اگر یوں ہو جائے تو نکاح ہوسکے گا چنانچہ وہ عیسائی ہوگیا اور ان کے ساتھ رہنے لگا اسی اثنا میں وہ ایک رات سونے کے لئے مکان کی چھت پر گیا۔پاوں پھسلا تو نیچے آگرا اور مرگیا۔یوں وہ اس سے نکاح پر قادر نہ ہوسکا بلکہ دولت ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔(اعاذنا اللہ منہ)

(بحوالہ،الداء والدواء،ص:۲۴۴)

غض بصر کے چند عظیم فوائد:

۱-غض بصر سے انسان کا دل حسرت و یاس کی تکلیف سے محفوظ رہتا ہے۔کیونکہ جو شخص اپنی نظر کو کھلا چھوڑ دیتا ہے اسے اکثر وبیشتر سوائے حسرت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔وہ ایسی چیز کو دیکھتا ہے جسے وہ حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کے بغیر وہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔کرب والم کی اس کیفیت سے محفوظ رہنے کا یہی طریقہ ہے کہ انسان اپنی نظر نیچی رکھے۔

۲-غض بصر سے دل میں نور اور عبادت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ذرا غور کیجئے کہ سورۃ النور میں اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۵) کہ اللہ کا نور آسمانوں اور زمین پر ہے سے پہلے یہ حکم دیا کہ ایمانداروں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ غض بصر اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔

۳-محرمات سے غض بصر میں نور بصیرت پیدا ہوتا ہے۔جس کی بدولت صحیح فراست کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ شیخ شجاع الکرمانی فرماتے ہیں:

من عمر ظاهره باتباع السنة وباطنه بدوام المراقبة و غض بصره عن المحارم وكف نفسه عن الشهوات واكل من الحلال لم تخطى فراسته کہ جو اپنے ظاہر سے سنت کی تابعداری کرتا ہے اور باطن میں مراقبہ کا اہتمام کرتا ہے محرمات سے نگاہ بچا کر رکھتا ہے۔نفس کو شہوات سے روکتا اور حلال کھاتا ہے اس کی فراست کبھی غلط نہیں ہوتی۔

گویا غض بصر کے عوض اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے کو نور بصیرت عطا فرماتے ہیں۔شیخ ابوالحسن الورّاق فرماتے ہیں:

من غض بصره عن محرم اورثه الله بذ لك حكمة على لسانه يهدى بها سامعوه ومن غض بصره عن شبهة نور الله قلبه بنور يهتدى به الى طريق مرضاته۔(ذم الھویٰ،ص:۱۱۷)

یعنی جو کوئی اپنی نگاہ کو محرمات سے بچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر حکمت ودانائی کی باتیں جاری کر دیتا ہے جس سے سننے والے ہدایت پاتے ہیں اور جو کوئی مشتبہات سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے دل کو نور سے منور کر دیتا ہے جس

سے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے راستے معلوم کر لیتا ہے۔

۴- دل کے اسی نور سے علم کے دروازے کھل جاتے ہیں۔علم کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علم نور ہے دل بھی نور سے منور ہو تو اس کا حصول آسان تر ہو جاتا ہے اور اشیاء کی حقیقتیں منکشف ہونے لگتی ہیں۔

۵-غض بصر سے دل شہوات کا اسیر نہیں ہوتا۔آنکھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو دل شہوات وخواہشات کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔جس کے نتیجہ میں اکثر وبیشتر انسان دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہو کر رہتا ہے۔

۶-غض بصر سے انسان جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے سے محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ احکام شریعت کی پابندی ہے مگر جو شخص محرمات کی پرواہ نہیں کرتا اور شریعت کے حجاب کو توڑ دیتا ہے۔وہ جہنم کے راستے پر چل نکلتا ہے۔نظر بازی کا مریض چونکہ نت نئے دن حسن وجمال کے پیکر کا متلاشی ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ گناہ سے محفوظ نہیں رہتا، یوں وہ دن بدن جہنم کے قریب اور جنت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ جبکہ نظر کی حفاظت کرنے والا عموما اس سے محفوظ رہتا ہے۔

۷-غض بصر عقلمندی کی، جبکہ نظر بازی حماقت اور بیوقوفی کی علامت ہے۔ کیونکہ عقلمند ہمیشہ عواقب پر نظر رکھتا ہے۔اگر نظر بازی کا مرتکب اپنے انجام سے خبردار ہوتا تو وہ اس حماقت کا ارتکاب ہی نہ کرتا۔

۸-غض بصر سے انسان عشق کے نشہ نیز غفلت اور بے پرواہی سے محفوظ رہتا ہے۔کیونکہ نظر بازی انسان کو اللہ تعالیٰ اور آخرت سے غافل کرتی ہے اور عشق کے نشہ میں مست کر دیتی ہے۔اس حقیقت کو یوں سمجھئے کہ کسی غیر محرم کی طرف دیکھنا ایسا ہے جیسے شراب کا پیالہ۔عشق اس شراب کا نشہ ہے۔عشق کا نشہ شراب کے نشہ سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہے کیونکہ شراب کے نشہ سے تو جان چھوٹ جاتی ہے مگر عشق کا نشہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔

۹-غض بصر اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔

حسن بن مجاہد فرماتے ہیں:

غض البصرعن محارم اللّٰہ یورث حب اللّٰہ محرمات سے آنکھیں نیچی کر لینا اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہے۔

۱۰-غض بصر سے دل مضبوط ہوتا ہے اور اپنے آپ میں اعتماد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جبکہ نظر بازی کا مرتکب بزدل اور گناہ کی بنا پر ذلت ورسوائی اس کا مقدر بنتی ہے کیونکہ عزت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہے نافرمانی میں نہیں۔

۱۱-غض بصر سے دل میں سرور، فرحت اور ایسا انبساط پیدا ہوتا ہے جو نظر بازی سے قطعا حاصل نہیں ہوتا۔ ہمیشہ اپنے دشمن کو زیر کرنے میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔غض بصر سے بھی نفس امارہ کو جب جھٹک دیا تو اس سے خوشی ہوگی اور اللہ تعالیٰ اپنی اس فرمانبرداری پر یقیناً ایسی کامل لذت عطا فرمائیں گے جو خواہشات کی تکمیل میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور یہ بات تو مسلمہ حقیقت ہے کہ لذۃ العفۃ اعظم من لذۃ الذنب. عفت وپاکدامی کی لذت گناہ کی لذت سے بہت بڑی ہے۔

(بحوالہ، روضۃ المحبین ونزھۃ المشتاقین صفحہ نمبر 153 تا164)

غض بصر اور ہمارے اسلاف:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کی آوارگی اور اس کے فتنے سے جس انداز سے خبردار کیا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے عملا اس میں بڑے حزم واحتیاط کا مظاہرہ فرمایا اور تاریخ میں اپنے عمل وکردار کے ایسے نقوش چھوڑے جو ہمیشہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے: کہ ایک آدمی کسی اجنبی عورت کو دیکھتا ہے اور جب محسوس کرتا ہے اس کی توجہ میری طرف ہے تو وہ اپنی نگاہیں نیچی کر لیتا ہے مگر جب وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بے خبر ہے تو اس کی طرف دیکھنے لگتا ہے لیکن اچانک دوبارہ عورت اس کی طرف التفات کرتی ہے تو وہ پھر آنکھیں نیچی کر لیتا ہے ایسے شخص کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ سبحانہ وتعالی تو اس کی ہر حرکت کو دیکھتے ہیں وہ انسان کی آنکھ کی خیانت کو بھی جانتے ہیں اور دل کے مخفی رازوں سے بھی واقف ہیں۔اسے خوب معلوم ہے کہ اس کے دل میں کیا خیالات چٹکیاں لے رہے ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ جو نظر دل میں گھر کر جائے،اس میں کوئی خیر نہیں۔امام ربیع بن خثیم رحمہ اللہ جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے وہ تلمیذ ہیں جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَوْ رَاٰكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَاَحَبَّكَ الخ

اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو تم سے محبت کرتے میں جب بھی تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے اللہ والے یاد آجاتے ہیں انہی کے بارے میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ امام ربیع رحمہ اللہ عموما اپنی نگاہیں نیچی رکھتے،راہ چلتے انہیں عورتیں دیکھ کر کہتیں: ربیع رحمہ اللہ نابینا ہے۔

وَتَعَوَّذْنَ بِاللّٰهِ مِنَ الْعَمٰى (ذم الھوی)

اور انہیں دیکھ کر بینائی کے ضائع ہونے پر اللہ کی پناہ طلب کرتیں۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے جب کوئی امرد کسی حدیث کے بارے میں استفسار کرتا،یا کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو فرماتے یا غلام درمن خلفی کہ بچے میرے پیچھے ہوجاؤ(تہذیب ابن عساکر:۴/۳۹)

عمرو بن مرۃ رحمہ اللہ کا شمار بھی طبقہ تابعین کے حفاظ حدیث میں ہوتا ہے صحاح ستہ کے مشہور راوی ہیں آخر میں نابینا ہوگئے تھے۔

امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں انہیں نماز پڑھتے دیکھتا تو خیال کرتا کہ سلام پھیرنے سے پہلے ان کی نماز قبول ومنظور ہوجائے گی۔

انہیں کے بارے میں ان کے شاگرد کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک بار کہا:ما احب انّی بصیر انّی اذکر انّی نظرت نظرۃ وانا شاب.

جوانی کے عالم میں مجھے اپنی ایک نگاہ یاد ہے اس لئے میرے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی کہ میری نظر ہوتی۔

حضرت حسان بن ابی سنان رحمہ اللہ کا شمار امام حسن بصری رحمہ اللہ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔

راہ چلتے ہوئے نگاہ نیچی رکھنے میں ان کا حال یہ تھا کہ

ایک مرتبہ جب وہ نماز عید پڑھ کر واپس لوٹے تو کسی نے کہا آج نماز عید میں بہت عورتیں شریک ہوئی تھیں۔انہوں نے فرمایا:ماتلقتنی امراۃ حتی رجعت واپسی تک مجھے تو کوئی عورت نہیں ملی۔

عید ہی کے روز باتوں باتوں میں ان کی بیوی نے ان سے کہا آج تو آپ نے خوبصورت عورتوں کو دیکھا ہوگا فرمانے لگے گھر سے نکلنے سے واپسی تک اپنے انگوٹھوں کو دیکھتا رہا مجھے تو کوئی عورت نظر نہیں آئی۔

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ ہی نے ذکر کیا ہے کہ داؤد بن عبداللہ رحمہ اللہ بصرہ تشریف لے گئے ایک آدمی نے انہیں اپنا مہمان ٹھہرایا۔اتفاقاً اسے گھر سے باہر جانے کی ضرورت ہوئی تو اس نے نیک سیرت بیوی جس کا نام زرقاء تھا سے کہا میرے مہمان کی خدمت میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔صاحب خانہ واپس لوٹے تو اس نے داؤد بن عبداللہ سے پوچھا زرقاء نے آپ کی خدمت مدارت میں کوئی کمی تو نہیں کی،اسے آپ نے کیسا پایا؟ فرمانے لگے: زرقاء کون؟،اس نے کہا اس گھر کی ملکہ،میری بیوی کا نام ہے۔کہنے لگے میں نے کسی زرقاء یا کحلاء یعنی نیلی یا سیاہ آنکھوں والی کو نہیں دیکھا۔خاوند حیران رہ گیا۔گھر جا کر بیوی کو سخت سست کہا کہ میں نے تمہیں اپنے مہمان کے بارے میں نصیحت کی تھی تو نے اس کی کوئی خدمت نہیں کی۔اس نے جواباً کہا أوصيتني بر جل أعمى والله ما رفع طرفه إلي. آپ نے مجھے اندھے آدمی کی خدمت کے بارے میں کہا اللہ کی قسم اس نے میری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

عبداللہ بن ابی الھذیل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ہمراہ ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے وہاں ان کے مصاحبوں میں سے ایک صاحب خاتون خانہ کی طرف دیکھنے لگے تو انہوں نے فرمایا لوتفقات عيناک کان خیرالک کہ اس عورت کو دیکھنے کی بجائے تیری آنکھیں پھوٹ جاتیں تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا

(الادب المفرد،ص:۲۳۳،ذم الھوی)

شیخ الاسلام امام یحیی بن شرف نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کے شارح اور شرح المھذب کے مصنف سے کون واقف نہیں؟ ان کے بارے میں انہی کے تلمیذ یحیی بن علی الصالحی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں ابھی امرد تھا کہ میرے والد مجھے امام نووی رحمہ اللہ کی مجلس میں لے گئے۔تاکہ ان سے علم حاصل کروں۔انہوں نے فرمایا: أنا أری انّ النظر إلى الأمرد حرام مطلقًا میں امرد کو دیکھنا مطلقاً حرام سمجھتا ہوں۔اس لئے آپ کے بیٹے کو پڑھا نہیں سکتا۔آپ اسے شیخ تاج الدین کے پاس لے جائیں۔(الدررالکامنۃ: ۴/۴۲۲)

(منقول از کتاب،آفات نظر اوران کا علاج صفحہ نمبر41 تا55)

قصہ پارینہ کو جانے دیجئے برصغیر میں سیدین شھیدین یعنی سید احمد اور سید محمد اسماعیل رحمھما اللہ سے کون واقف نہیں؟ احیاء سنت اور استیصال بدعت کے ساتھ ساتھ عملا جہاد اور نفاذ اسلام کے سلسلے میں ان کی مساعی جمیلہ سے کون بے خبر ہے؟ عملی زندگی کا جو صور انہوں نے پھونکا اس سے قرون اولی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔مولانا غلام رسول مہر

مرحوم نے لکھا ہے:

غازیوں کے زہد وتقوی سے ہر شخص متاثر تھا ایک مرتبہ ملا کلیم اخوندزادہ نے خودگاوں کی عورتوں کو آپس میں باتیں کرتے سنا کہ سید بادشاہ کے ساتھی یا تو خلقاً خواہشات نفسی سے محروم ہیں یا اولیاء ہیں۔ پن چکیوں پر آٹا پسوانے آتے ہیں لیکن کیا مجال آج تک کسی غازی کی نگاہ عورت کی طرف اٹھی ہو۔ (سید احمد شہید،ص: ۴۴۳)

ابھی کل کی بات ہے،حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کے علم وفضل سے سبھی واقف ہیں مولانا محمد عبداللہ صاحب آف بورے والا مدظلہ نے ایک بار ذکر کیا کہ جھنگ شہر کی جامع مسجد اہل حدیث میں سالانہ تبلیغی کانفرنس تھی۔مولانا سیالکوٹی بھی مدعو تھے۔تقریر کے لئے اسٹیج پر تشریف لائے تو خطبہ کے دوران سامنے برآمدے کی چھت پر عورتوں کو دیکھ کر پگڑی کے ایک بند کو آنکھوں پر ڈال لیا اور یوں ہی پوری تقریر کی۔تقریر سے فارغ ہوکر انتظامیہ کے ساتھ جب مجلس میں بیٹھے تو فرمایا: میں جلسہ کو خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔اسی وقت عورتوں کو وہاں سے اٹھانے کا کہتا تو آپ کے لئے مشکلات کا باعث ہوتا اس کا انتظام میں نے خود ہی کر لیا۔آئندہ عورتوں کو کہیں اور مناسب جگہ پر بٹھانے کا انتظام ہونا چاہیے۔

ان واقعات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آنکھ کی بے حجابی سے ہمارے اسلاف کس قدر خائف تھے اور اس بارے میں وہ کتنے محتاط تھے۔اللهم اجعلنا منهم.

محترم قارئین: آنکھ سے اکثر خرابیوں کی ابتدا ہوتی ہے،ایک تو دیکھنے سے،دوسرے آنکھ لوگوں کے لئے بطور خاص کشش کا باعث ہوتی ہے، چنانچہ آج کل خواتین جو برقعہ پہنتی ہیں اس میں آنکھیں خاص طور پر ننگی رہتی ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے،جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے، وہ آنکھ کی تباہ کاریوں کا شکار ہوتے ہیں،اور نتیجۃً اغوا، گینگ ریپ ، کے واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں،جعلی اور جھوٹی محبت کے عہد و پیمان ہوتے ہیں، اور کبھی ایک فریق اپنی پسندیدہ شئے نہ ملنے پر خودکشی کر لیتا ہے،اسی نظر کے متعلق عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ "النظر سهم من سهام ابليس"

نظر ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے،

اگر نظر کو کنٹرول میں کرلیا جاتا تو ان شاء اللہ یہ متوقع تصادم ہو ہی نہیں پاتا،بعض ہٹ دھرم لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس لئے دیکھتے ہیں تاکہ اللہ کی پیدا کردہ شئی کو دیکھ کر اس کے پیدا کرنے والے کی قدرت کی تعریف کریں،لاحول ولا قوۃ الا باللہ، کیا پوری کائنات کو دیکھ کر انھیں اللہ کی تسبیح و تعریف نہیں کرنا آتی ؟

کیا صرف غیر عورتوں کو دیکھکر ہی اللہ کی تعریف یاد آتی ہے،ایسے لوگ اپنی بہن، بیوی اور بیٹی کی طرف ایسی پر ہوس اور " تعریفی " نظرون کا اٹھنا پسند کریں گے،؟ ہرگز نہیں، !اگرعورتیں بے پردہ ہوکر بازاروں میں گھومتی ہیں تو خود کو جہنم کا ایندھن بنا رہی ہیں،،ان کے ولیوں کو یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے کہ ایک عورت باپ ، بیٹا، بھائی شوہر کو انہی اسباب کی بنا پر جہنم میں لے جائے گی۔

اسی طرح کسی کے گھر میں بھی نہیں جھانکنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اطلع فی بیت

قوم بغير اذنهم ففقئوا عينه فلا دية له ولا قصاص" (النسائي: ٤٨٦٠، وصححه الألباني والبخاري ومسلم بلفظ متقارب) جوشخص کسی کے گھر بلا اجازت تاک جھانک کرتا ہے،اور وہ اسکا آنکھ پھوڑ دیتے ہیں تو اس کی نہ دیت ہے اور نہ ہی قصاص۔

دیکھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنی سختی فرما رہے ہیں، بلکہ ایک جگہ تو فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو دستک دے لیا کرو۔

اس کے علاوہ اخبار وجرائد،موبائل، فیس بک، یوٹیوب،انٹرنیٹ اور گوگل کی دنیا تو سر سے پیر تک فحش وہیجان تصاویر سے پر ہے۔سڑکوں پر لگے بورڈز وغیرہ پر بھی عورتوں کی تصاویر دیکھنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

محترم قارئین: ہمیں اللہ کی عطا کردہ تمام نعمتوں کو درست استعمال کرنا چاہئے وگرنہ یہ اشیاء عطا کرنے والا اپنی نعمتوں کے غلط استعمال ہونے پر واپس بھی لے سکتا ہے، جیسا کہ سورہ یاسین میں ارشاد ہوتا ہے:

ولو نشاء لطمسنا على اعينهم فاستبقوا الصراط فانى يبصرون (سورہ یاسین: 66)

اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں بے نور کر دیتے پھر یہ راستے کی طرف دوڑتے پھرتے ،لیکن انہیں یہ کیسے دکھائی دیتا؟

اس وقت بالخصوص نوجوانوں کے سامنے مختلف چیلنجز ہیں ان میں سے ایک نظر کی حفاظت کا مسئلہ ہے، سماج وسوسائیٹی زنا وبدکاری کے جرائم سے کراہ رہا ہے، چہارسو بدکاری،فحش وزنا کا لامتناہی سلسلہ ہے، ہر آنے والا دن ایک نئے حادثہ کا خبر دیتا ہے، افسوس کہ لوگ اتنے بے غیرت ہو گئے ہیں کہ گناہ کر کے انہیں مزہ آتا ہے، گناہوں کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں، گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ کے نام سے پیسے مال ودولت لٹاتے ہیں، یہاں تک کہ دین اور عقیدہ تک بیچ ڈالتے ہیں۔

نوجوانوں نظر کی حفاظت کرو، وقت پر شادی کرلو، ایمان اور تقویٰ اور سنت پر چلنے کی ہمیشہ کوشش کرو، دنیا صرف لذتوں کے حصول کیلئے نہیں ہے کہ ہمیشہ کسی نئی خوبصورت لڑکی کو پانے کی فکر میں رہو چاہے غلط طریقے ہی سے کیوں نہ ہو کسی غیر محرم کی طرف نہ دیکھو اچانک بغیر ارادہ کے نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو، کسی غیر محرم کی طرف دیکھنا ایسا ہے جیسے شراب کا پیالہ۔عشق اس شراب کا نشہ ہے۔عشق کا نشہ شراب کے نشہ سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہے کیونکہ شراب کے نشہ سے تو جان چھوٹ جاتی ہے مگر عشق کا نشہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی فتنوں سے محفوظ رکھے، نظر ونگاہ کی مطلق العنانی کے فتنہ سے محفوظ رکھے، تقویٰ وطہارت کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

اخبار جامعہ

مولانا ابوصالح دل محمد سلفی

برنامج اتقان کا پہلا پروگرام:

رواں تعلیمی سال (۲۰۲۳-۲۰۲۴ء) میں ''برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية'' کا پہلا پروگرام ۲۰/ جولائی ۲۰۲۳ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء 'قاعة المحاضرات' میں بعنوان ''عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم'' زیر صدارت فضیلۃ الشیخ محمد مسلم صاحب مدنی حفظہ اللہ منعقد ہوا۔

پروگرام کا آغاز کلیۃ الشریعۃ سال اول کے طالب حافظ ابراہیم شہبندری کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس کے بعد کلیۃ الدعوہ سال اول کے طالب علم حافظ عباس الدین نے نعت نبی پڑھی۔ پھر عالم اول کے طالب حافظ یاسر محمد اسلم نے ''عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم'' کے عنوان پر ایک مختصر وجامع تقریر بہتر آواز وانداز میں پیش کی۔ پھر عالم ثانی کے طالب حافظ عبد الرب انصاری نے ''صحابۂ کرام کا دفاع کیوں اور کیسے؟'' کے عنوان پر ایک علمی ومدلل مقالہ بڑی سنجیدگی وسلیقہ مندی سے پیش کیا۔ اس کے بعد عالم ثانی کے طالب منیر ظفر ظفر الدین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایک بہترین نظم اچھی آواز وانداز میں پڑھی۔ پھر ناظم پروگرام نے پروگرام کو آگے بڑھاتے ہوئے ''سوال وجواب'' کا سلسلہ شروع کیا جو کہ اس پروگرام کی ایک اہم، مفید اور علمی نیز دلچسپ کڑی ہوا کرتی ہے۔

حسب دستور سوال وجواب کے تین گروپ بنائے گئے۔ پہلا گروپ مرحلۂ ثانویہ کے طلبہ کے لئے اور دوسرا گروپ مرحلۂ عالمیت کے طلبہ کے لئے جبکہ تیسرا گروپ مرحلۂ کلیات (حدیث شریعہ، دعوہ) کے طلبہ کے لئے خاص تھا۔ تینوں گروپوں سے تین تین سوالات ''عظمت صحابہ'' سے متعلق کئے گئے۔ مسرت وشادمانی کی بات ہے کہ تینوں گروپ کے طلبہ نے سوالوں کے صحیح صحیح جواب دینے میں کامیابی حاصل کی، فالحمد للہ علی ذلک.

اخیر میں صدر مجلس فضیلۃ الشیخ محمد مسلم صاحب مدنی حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب پیش فرمایا۔ صدر مجلس نے اپنے صدارتی خطاب میں پروگرام کو کامیاب قرار دیتے ہوئے طلبہ کے علمی مظاہرہ کو سراہا اور کہا کہ عناوین وسوالات کے انتخاب میں حساسیت بہت اہم ہوتی ہے جس کا لحاظ آج کے پروگرام میں کیا گیا لیکن اس میں مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ نیز آپ نے دلائل کی روشنی میں بتایا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل حدیث کا مذہب بہت ہی درست اور برحق ہے۔ نظامت کا فریضہ کلیۃ الحدیث سال آخر کے طالب محمد فاروق انصاری نے برنامج اتقان کا جامع تعارف کرتے ہوئے بحسن وخوبی انجام دیا۔

''سلسلة المحاضرات العلمية'' کا پہلا پروگرام:

بلاشبہ یہ دور الکٹرانک اور ٹکنالوجی کا دور ہے، جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت مسلم ہے۔ جدید الکٹرانک آلات سے استفادہ کرتے ہوئے محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبد اللہ

سعود سلفی حفظہ اللہ نے طلبۂ جامعہ کے علمی معیار کو مزید بلند کرنے کے لئے ''سلسلة المحاضرات العلمية'' کے نام سے ایک آن لائن برنامج شروع کیا ہے جس کا مقصد ملک وبیرون ملک کے متخصصین وماہرین فن کے آن لائن محاضرات سے طلبہ کو مستفید کرانا اور ان کے علمی معیار کو جلا بخشنا ہے۔

''سلسلة المحاضرات العلمية'' کا پہلا آن لائن پروگرام ۱۷/ جون ۲۰۲۳ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء قاعة المحاضرات میں زیرصدارت محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ بعنوان ''طب یونانی اور طلبۂ مدارس'' منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے محاضر جامعہ کے ممتاز فارغ عالیجناب ڈاکٹر اشفاق احمد صاحب سلفی علیگ حفظہ اللہ ریسرچ آفیسر طب یونانی حیدرآباد تھے۔ پروگرام کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حسب دستور پروگرام کا آغاز جامعہ کے طالب عبدالرحمٰن بن محمود علی کی تلاوت قرآن سے ہوا، پھر اسامہ خالد اور اس کے رفقاء نے ترانۂ جامعہ پڑھا۔ اس کے بعد مجلس تعلیمی کے صدر ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ مدنی حفظہ اللہ نے پروگرام کے محاضر ڈاکٹر اشفاق احمد سلفی علیگ صاحب کا مختصر اور جامع تعارف پیش کیا پھر ''طب یونانی اور طلبۂ مدارس'' کے عنوان پر ڈاکٹر اشفاق احمد صاحب کا محاضرہ شروع ہوا جس کو طلبہ نے بغور سنا اور خوب استفادہ کیا۔ پھر اخیر میں محترم ناظم اعلیٰ حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب پیش فرمایا۔ آپ نے کتاب وسنت کی روشنی میں دائرۂ اسلام میں رہتے ہوئے جدید ٹکنالوجی سے علمی استفادہ کرنے کی مشروعیت، اہمیت وافادیت پر جامع وپرمغز خطاب فرمایا اور طلبۂ جامعہ کو ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ اس میدان میں دوسری قومیں بہت آگے بڑھ چکی ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اس میدان میں آگے بڑھیں۔ ''سلسلة المحاضرات العلمية'' اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے لہٰذا آپ سبھی طلبہ اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں، اپنے علمی مستویٰ کو بلند کریں اور حالات کے لحاظ سے خود کو مستقبل کے لئے تیار کریں۔

ابنائے قدیم کے موقر وفد کی جامعہ تشریف آوری:

ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کی اپنے مادر علمی سے عقیدت ومحبت ایک معروف ومثالی حقیقت ہے، جس پر جامعہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح جامعہ کے جدید وقدیم فارغین مستفدین جامعہ کی زیارت کرنے، اساتذۂ کرام حفظہم اللہ سے ملاقات کرنے اور جامعہ کی تعلیمی وتربیتی سرگرمیوں وپیش رفتوں کو دیکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں، اسی طرح جامعہ کے ذمہ داروں خصوصاً محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی صاحب حفظہ اللہ بھی اس کے متمنی ہوتے ہیں کہ ابنائے قدیم، جامعہ سلفیہ تشریف لائیں، جامعہ کو قریب سے دیکھیں، یہاں کی تعلیمی وتربیتی اور علمی نشاطات وسرگرمیوں کو بنظر خود مشاہدہ کریں اور جامعہ کو مزید آگے بڑھانے اور ارتقائی منازل طے کرانے میں اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں مشورہ دیں تعاون کریں۔

یوں تو جامعہ سلفیہ بنارس کے فارغین ومستفدین ہمیشہ سے اپنے مادر علمی آتے رہے ہیں، لیکن ابنائے قدیم کے دوسرے دو روزہ عظیم الشان وبہت ہی کامیاب اجتماع (۲۸، ۲۹ نومبر ۲۰۱۸ء بروز جمعرات) کے بعد یہ شوق نسبتاً بڑھا ہے اور ابنائے قدیم کی ضیافت کا شرف جامعہ کو کچھ زیادہ ہی ملا ہے۔ چنانچہ ۱۳/ جولائی ۲۰۲۳ء جمعرات کی رات ۱۲/ بجے ۸/ فارغین جامعہ پر مشتمل ایک موقر وفد جامعہ تشریف لایا، جن کے نام یہ ہیں:

شیخ عزیز احمد سلفی، استاذ جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو
ڈاکٹر فرید احمد سلفی، منیجر وڈائریکٹر سلفیہ پبلک اسکول، سلفیہ ہاسپٹل، سدھارت نگر
شیخ سراج اللہ سلفی، پراپرٹی ڈیلر، سدھارتھ نگر
شیخ عبدالرحمٰن سلفی، الوج، تبوک، سعودی عرب
شیخ ابوبکر سلفی، کویت
شیخ نعیم الحق سلفی، جامعۃ الملک ریاض
شیخ بدرالزماں سلفی
شیخ نثار احمد سلفی، استاذ جامعہ اسلامیہ دریاباد

۱۴/ جولائی جمعہ کی صبح نماز فجر کے بعد یہ وفد شیخ الجامعہ فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم سلفی صاحب حفظہ اللہ کے کمرے میں ان سے خصوصی ملاقات کے لئے پہنچا۔ محترم شیخ الجامعہ اتنی تعداد میں اپنے تلامذہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بڑا ہی مشفقانہ استقبال کیا، پھر کیا تھا آٹھ فضلائے جامعہ کے اس وفد نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے محترم شیخ الجامعہ کو اپنے حلقے میں لے لیا اور ان سے تعلیمی وتربیتی، جامعہ و جماعت کی تاریخ وغیرہ مختلف موضوعات پر استفادہ کیا، نیز شیخ محترم نے اپنی علمی سرگرمیوں، طریقۂ تدریس اور تعلیم و تعلم سے متعلق کچھ اہم واقعات بھی سنائے۔

۱۵/ جولائی بروز ہفتہ ابنائے قدیم کے اس وفد نے جامعہ کی سنٹرل لائبریری، کلاس روم، زیر تعمیر ڈیجیٹل درسگاہوں، آفسوں وغیرہ کا دورہ کیا۔ اساتذۂ جامعہ سے ملاقات کی اور محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی صاحب حفظہ اللہ سے ان کی آفس میں خصوصی ملاقات کی اور جامعہ کی تعلیم وتربیت، نصاب تعلیم، درس وتدریس کے ساتھ ساتھ جامعہ کی تعمیر وترقی اور مالی تعاون پر تبادلۂ خیال کیا اور نماز عصر کے بعد استاذ محترم ڈاکٹر محمد ابراہیم مدنی صاحب حفظہ اللہ کی دعوت پر ان کے گھر ٹی پارٹی میں شریک ہوا۔ استاذ محترم نے کافی دیر تک مختلف علمی موضوعات خصوصاً عقیدہ کے مسائل پر گفتگو کی۔ ابنائے قدیم کے اس وفد نے اجتماعی طور پر جو تاثر قلمبند کیا وہ درج ذیل ہے:

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، آما بعد:

ماشاءاللہ، الحمدللہ آج مورخہ ۱۴/ جولائی ۲۰۲۳ء ہم ابناء قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کا ایک وفد آٹھ لوگوں پر مشتمل جامعہ پہنچا۔ جامعہ کی درسگاہ، سنٹرل لائبریری، دارالافتاء، اسمارٹ کلاسیز، مطبخ وغیرہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۲۰۰۰ء اور ۲۰۲۳ء کے انتظام وانصرام میں زمین وآسمان کا فرق دکھائی دیا۔ صفائی ستھرائی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ہم طیور خوشنما کو دارالضیافہ میں ٹھہرانا اور ناظم اعلیٰ شیخ عبد اللہ سعود صاحب کا ملاقات کے لئے خصوصی وقت دینا ہم جمیع کے لئے باعث فخر ہے۔

شاہانہ مہمان نوازی کا، اساتذۂ جامعہ خصوصاً شیخ دل محمد صاحب سلفی، دکتور عبدالصبور صاحب سلفی ودیگر اساتذۂ کرام کا خلوص سے ملنا ہم سب کو کوئی سبق دے گیا نیز مربی استاذ الاساتذہ شیخ محمد مستقیم صاحب کا بچوں جیسا پیار باپ جیسی شفقت قابل تعریف ہے۔

استاد محترم در ابراہیم مدنی حفظہ اللہ کا اپنے دولت کدہ پر ہم سب کو عصرانہ کی دعوت کے لئے مدعو کرنا قابل فخر ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ مادر علمی کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور جمیع اساتذۂ جامعہ کو صحت وعافیت اور لمبی عمر دے۔ آمین

(بقیہ صفحہ ۲۰ پر)

باب الفتاویٰ

سوال: ماہ محرم کیا ہے اور کیا اس میں عبادت کی کوئی خاص فضیلت ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون اللہ الوھاب وھوالموفق للصواب.

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ ابتدائے آفرینش ہی سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ (التوبۃ: ۳۶) یعنی مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں بارہ ہے اور یہ اس وقت سے ہے جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، ان میں چار حرمت والے ہیں، یہی مضبوط دین ہے لہٰذا تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

اب رہی یہ بات کہ حرمت وادب کے وہ چار مہینے کون کون سے ہیں تو اس کی تعیین حضرت ابوبکرہ سے مروی اس روایت سے ہو جاتی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "السنة اثنا عشر شهرا منها أربعة حرم، ثلاثة متواليات ذو القعدة، وذو الحجة والمحرم، ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان. (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب سورة التوبة)

ان دونوں نصوص قرآن وحدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ محرم ایک عظیم الشان اور مبارک اور حرمت وادب کے چار مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے، ہر انسان کو اس مہینے کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے ظلم وستم اور گناہ سے باز رہنا چاہئے۔

ایک دوسری بات جو اس مہینے کے سلسلے میں کہی جا سکتی ہے کہ یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے یعنی ہجری سن اسی مہینہ سے شروع ہوتا ہے، ہجری سن کا استعمال رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھا، بلکہ حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں شروع ہوا۔ اس سے پہلے لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہجرت اور وفات کے درمیانی سالوں کو خاص خاص ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ مثلاً ہجرت کے بعد والے پہلے سال کو 'سنة الإذن بالرحيل' دوسرے کو 'سنة الأمر بالقتال' تیسرے کو 'سنة التمحيض' چوتھے کو 'سنة الاستغلاب' پانچویں کو 'سنة الزلزال' چھٹے کو 'سنة الاستيناس' ساتویں کو 'سنة الاستغلاب' وغیرہ سے یاد کیا کرتے تھے، لیکن ظاہر ہے کہ اس سے سالوں کا تسلسل قائم رہنا ممکن نہ تھا۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت ۱۷ھ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو اس کی

طرف توجہ دلائی تو امیر المومنین حضرت عمر نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا اور حضرت عثمان وحضرت علی وغیرہ کے مشورہ سے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے واقعہ کو اسلامی سن کی ابتداء قرار دے کر اسلامی سالوں کا شمار شروع کیا۔ (فتح الباری، کتاب المناقب، رحمۃ للعالمین ودیگر کتب حدیث وسیر)

اس لئے اس مہینے کو اسلامی سال کا پہلا سن قرار دیئے جانے کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی سربلندی اور اعلاءکلمۃ اللہ کی خاطر ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

اس مہینے میں نفلی روزوں کی بڑی فضیلت احادیث صحیحہ میں بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ ٹکڑا بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صوم عاشوراء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:'یکفر السنة الماضية'یعنی یوم عاشوراء کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔(مسلم، باب استحباب صيام ثلاثة أيام في كل شهر صوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس: ۱۱۶۳، ابو داود، باب في صوم الدهر)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی جب تک مکہ مکرمہ میں رہے عاشوراء کا روزہ رکھتے رہے، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بھی آپ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابۂ کرام کو بھی حکم دیا، مگر جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپ نے اس کا اہتمام ترک کر دیا اور فرمایا جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (البخاري: كتاب الصوم، باب صيام عاشوراء: ۲۰۰۱ء، مسلم: ۱۱۲۵)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا۔ لوگوں نے ایک بار حضور سے کہا کہ اس دن کو یہود ونصاریٰ بڑی اہمیت دیتے ہیں (مطلب یہ تھا کہ آپ تو ہمیں ان کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور یوم عاشوراء کے معاملے میں موافقت ہو جارہی ہے) (مرعاۃ: ۲۷۲/۳) تو آپ نے فرمایا: آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے۔ راوی حدیث حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ مگر اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (مسلم، كتاب الصيام، باب أي يوم يصام في عاشوراء: ۱۱۳۴)

اس لئے یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرتے ہوئے یوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کے ساتھ ساتھ نویں محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہئے۔

ان احادیث صحیحہ کے علاوہ اور بھی بہت ساری احادیث اس معنی ومفہوم کی موجود ہیں جن سے روزے کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور ماہ محرم میں اس عمل (روزہ رکھنے) کے علاوہ جتنے اعمال کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب خرافات وبدعات اور محدثات ہیں۔ شریعت مطہرہ سے ان اعمال کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

ابوعفان نور الہدیٰ عین الحق سلفی

☆☆☆

PRINTED BOOK

ISSN 2394-0212

July 2023

Vol.XL No.07

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

جامعہ سلفیہ بنارس کی جدید مطبوعات

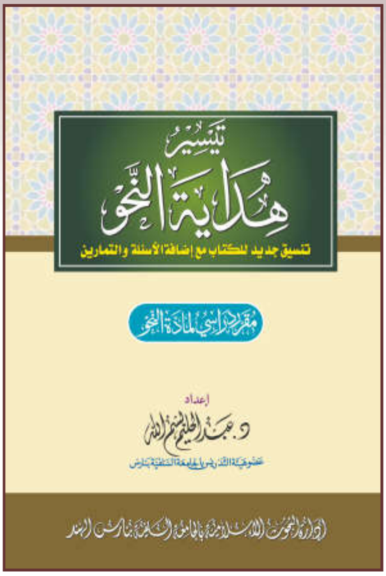

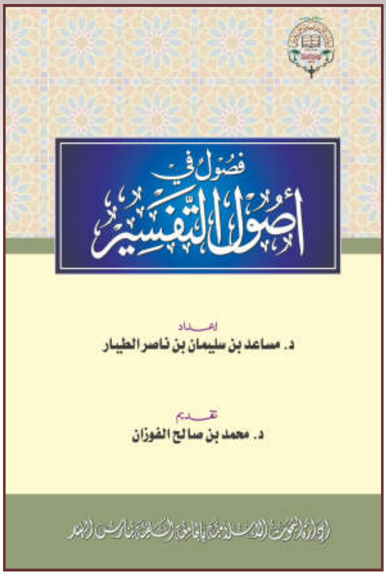

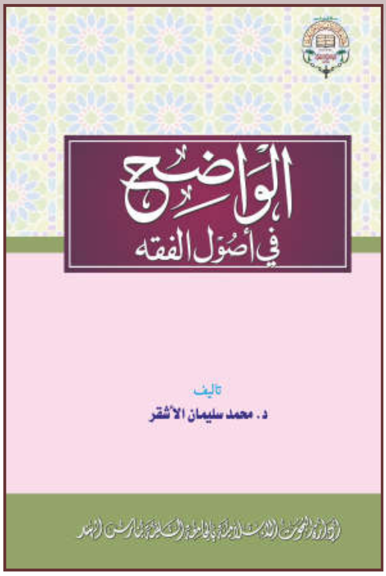

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.